جائیے وہ حرم ہے وہاں یہ لوگ لڑ نہ سکیں گے، یا پھر یہ کہ شام چلے جائیں وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور معاویہؓ موجود ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں وہ پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا جو امتِ محمدی کی خونریزی کرے۔ اگر مکہ معظمہ چلا جاؤں تو بھی اس کی امید نہیں کہ یہ لوگ حرمِ الٰہی کی توہین نہ کریں گے اور جنگ سے باز آجائیں گے، اور میں آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق وہ شخص نہیں بننا چاہتا جو مکہ جا کر اس کی بے حرمتی کا باعث ہوگا اور شام بھی نہیں جاسکتا کہ اپنے ہجرت کے گھر اور رسول اللہ ﷺ کے جوار کو نہیں چھوڑ سکتا (۱)۔

حضرت عثمانؓ کا گھر بہت بڑا اور وسیع تھا، دروازہ اور گھر میں صحابہ اور عام مسلمانوں کی خاصی جمعیت موجود تھی جس کی تعداد سات سو (۲) تھی اور جس کے سردار حضرت زبیرؓ کے بہادر صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیر تھے (۳)۔ وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ امیر المؤمنین! اس وقت گھر کے اندر ہماری خاصی تعداد ہے، اجازت ہو تو میں ان باغیوں سے لڑوں، فرمایا اگر ایک شخص کا بھی ارادہ ہو تو میں اس کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لئے اپنا خون نہ بہائے (۴)۔

گھر میں اس وقت بیس غلام تھے ان کو بھی بلا کر آزاد کر دیا (۵)۔ حضرت زید بن ثابت نے آکر عرض کیا امیر المؤمنین! انصار دروازہ پر کھڑے اجازت کے منتظر ہیں کہ وہ دوبارہ اپنے کارنامے دکھائیں۔ فرمایا اگر لڑائی مقصود ہے تو اجازت نہ دوں گا (۶)۔ اس وقت میرا سب سے بڑا مددگار وہ ہے جو میری مدافعت میں تلوار نہ اٹھائے (۷)۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اجازت مانگی تو فرمایا، اے ابو ہریرہؓ! کیا تمہیں پسند آئے گا کہ تم تمام دنیا کو اور ساتھ ہی مجھ کو بھی قتل کر دو، عرض کی نہیں۔ فرمایا کہ اگر تم نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا سب قتل ہوگئے۔ (یہ سورۂ مائدہ ع ۵ کی آیت ۶ کی طرف اشارہ ہے) ابو ہریرہؓ یہ سن کر لوٹ آئے (۸)۔

شہادت کی تیاری

حضرت عثمانؓ کو آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے (۹)۔ آپ نے متعدد مرتبہ ان کو اس سانحہ سے خبردار کیا تھا اور صبر و استقامت کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت عثمانؓ اس وصیت پر پوری طرح قائم اور ہر لمحہ ہونے والے واقعہ کے منتظر تھے۔ جس دن شہادت ہونے والی تھی، آپ روزہ سے تھے جمعہ کا دن تھا خواب میں دیکھا کہ آنحضرت اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف فرما ہیں اور اُن سے کہہ رہے ہیں کہ عثمان جلدی کرو،

---

❶ ابن حنبل ج اول ص ۶۷ ❷ ابن سعد ج ۳ ق ا ص ۴۹ ❸ ایضاً ❹ ایضاً
❺ ابن حنبل ج ا ص ۷۲ ❻ ابن سعد ج ۳ ص ۴۸ ❼ ایضاً ❽ ایضاً ❾ ابن حنبل ج اول ۶۶

besturdubooks.wordpress.com

تمہارے افطار کے ہم منتظر ہیں۔ بیدار ہوئے تو حاضرین سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت آ گیا، باغی مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ انہوں نے کہا امیر المؤمنین! ایسا نہیں ہوسکتا۔ فرمایا میں یہ خواب دیکھ چکا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت فرمار ہے ہیں کہ "عثمان! آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا" (۱) پھر پائجامہ جس کو کبھی نہیں پہنا تھا، منگا کر پہنا (۲)، اپنے بیس غلاموں کو بُلا کر آزاد کیا اور قرآن کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

شہادت

باغیوں نے مکان پر حملہ کر دیا، حضرت امام حسنؓ جو دروازہ پر متعین تھے، مدافعت میں زخمی ہوئی، چار باغی دیوار پھاند کر چھت پر چڑھ گئے۔ آگے آگے حضرت ابوبکرؓ کے چھوٹے صاحبزادے محمد بن ابی بکر تھے، جو حضرت علیؓ کی آغوشِ تربیت میں پلے تھے، یہ کسی بڑے عہدے کے طلب گار تھے جس کے نہ ملنے سے حضرت عثمانؓ کے دشمن بن گئے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی ریشِ مبارک پکڑ لی اور زور سے کھینچی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ پسند نہ آتا، یہ سن کر محمد بن ابی بکر شرما کر پیچھے ہٹ گئے اور ایک دوسرے شخص کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک پر لوہے کی لاٹ اس زور سے ماری کہ پہلو کے بل گر پڑے۔ اس وقت بھی زبان سے "بسم اللہ توکلت علی اللہ" نکلا۔ سودان ابن حمران مرادی نے دوسری جانب ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ ایک اور سنگدل عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم کے مختلف حصوں پر پے در پے نیزوں کے نو زخم لگائے، کسی شقی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی حضرت نائلہ نے جو پاس ہی بیٹھی تھیں، ہاتھ پر روکا، تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں، وار نے ذوالنورینؓ کی شمعِ حیات بجھا دی، اس بے کسی کی موت پر عالمِ امکان نے ماتم کیا۔ کائناتِ ارضی وسماوی نے خونِ ناحق پر آنسو بہائے کارکنانِ قضا وقدر نے کہا جو خون آشام تلوار آج بے نیام ہوئی ہے وہ قیامت تک بے نیام رہے گی اور فتنہ وفساد کا جو دروازہ کھلا ہے وہ حشر تک کھلا رہے گا (۳)۔

شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ تلاوت فرمار ہے تھے۔ قرآن مجید سامنے کھلا تھا، اس خانِ ناحق نے جس آیت کو خونِ ناب کیا وہ یہ ہے:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ — خدا تم کو بس ہے اور وہ سننے اور جاننے

❶ ابن سعد ج ۳ ص ۵۳ اور حاکم ج ۳ ص ۹۹ و ص ۱۰۳ میں یہ دونوں خواب مذکور ہیں اور ابن حنبل میں صرف پہلے خواب کا ذکر ہے۔

❷ ابن حنبل ج اول ص ۷۱

❸ صحیح بخاری کتاب الفتن میں اس کا اشارہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

الْعَلِيْمُ. (البقرہ، ۱۵) والا ہے۔

جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت کا واقعہ پیش آیا، دو دن تک لاش بے گور وکفن پڑی رہی، حرمِ رسول میں قیامت برپا تھی، باغیوں کی حکومت تھی ان کے خوف سے کسی کو اعلانیہ دفن کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ سنیچر کا دن گزر کر رات کو چند آدمیوں نے ہتھیلی پر جان رکھ کر تجہیز وتکفین کی ہمت کی اور غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن میں شہیدِ مظلوم کا جنازہ اٹھایا اور کل سترہ افراد نے کابل سے مراکش تک کے فرماں رواں کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ مسند ابن حنبل میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے حش کوکب (۱) میں اس حلیم و بردباری کے مجسمہ اور بیکسی و مظلومی کے پیکر کو سپردِ خاک کیا۔ بعد کو یہ دیوار توڑ کر جنت البقیع میں داخل کرلیا گیا۔ آج بھی جنت البقیع کے سب سے آخر میں مزار مبارک موجود ہے۔

حضرت عثمانؓ کا ماتم

صحابۂ کرام اور عام مسلمانوں میں سے کوئی اس سانحۂ عظمیٰ کے سننے کے لئے تیار نہ تھا اور کسی کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ باغی اس حد تک جرأت کریں گا کہ امام وقت کے قتل کے مرتکب ہوں گے اور حرم رسول اللہ ﷺ کی توہین کریں گے۔ اس لئے جس نے اس کو سنا وہ انگشت بدنداں رہ گیا۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ کی طرزِ حکومت کے کسی قدر شاکی تھے انہوں نے بھی اس بیکسی اور مظلومی کی موت پر آنسو بہائے۔ تمام لوگوں میں سناٹا چھا گیا، خود باغی بھی جن کی پیاس اس خون سے بجھ چکی تھی، اب مآلِ کار کو سوچ کر اپنی حرکت پر نادم تھے، لیکن دشمنوں نے اسلام کے لئے سازش کا جو جال بچھایا تھا اس میں وہ کامیاب ہو چکے تھے، متحد اسلام، سنی، شیعہ، خارجی اور عثمانی مختلف حصوں میں بٹ گیا اور ایسا تفرقہ پڑا جو قیامت تک کے لئے قائم رہ گیا۔

- حضرت علیؓ مسجد سے نکل کر حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف آرہے تھے کہ راہ میں شہادت کی اطلاع ملی، یہ خبر سنتے ہی دونوں ہاتھ اُٹھا کر فرمایا، خداوندا! میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔
- حضرت عمرؓ کے بہنوئی سعید بن زیدؓ بن عمرو بن نفیل نے کہا لوگو! اگر کوہِ اُحد تمہاری اس بد اعمالی کے سبب پھٹ کر تم پر گر پڑے تو بھی بجا ہے۔
- حضرت حذیفہؓ نے جو صحابہ میں فتنہ وفساد کی پیشین گوئی کے سب سے بڑے حافظ اور آنحضرت کے محرم اسرار تھے، فرمایا: آہ! عثمان کے قتل سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جواب قیامت تک بند نہ ہوگا۔

---

(۱) مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۳

besturdubooks.wordpress.com

- حضرت ابن عباسؓ نے کہا اگر تمام خلقت عثمان کے قتل میں شریک ہوتی تو قومِ لوط کی طرح آسمان سے اس پر پتھر برستے۔
- ثمامہ بن عدیؓ صحابی کو جو صنعائے یمن کے والی تھے، اس کی خبر پہنچی تو وہ رو پڑے اور فرمایا کہ افسوس! رسول اللہ ﷺ کی جانشینی جاتی رہی۔
- ابوحمید ساعدہؓ صحابی نے قسم کھائی کہ جب تک جیوں گا ہنسی کا منہ نہ دیکھوں گا۔
- عبداللہ بن سلامؓ صحابی نے کہا، آہ! آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہوگیا۔
- حضرت عائشہؓ نے فرمایا، عثمانؓ مظلوم مارے گئے، خدا کی قسم! ان کا نامۂ اعمال دُھلے کپڑے کی طرح پاک ہوگیا۔
- حضرت زید بن ثابتؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری تھا۔
- حضرت ابوہریرہؓ کا یہ حال تھا کہ جب اس سانحہ کا ذکر آجاتا تو دھاڑیں مار مار کر روتے (۱)۔
- حضرت عثمانؓ کا خون سے رنگین کرتہ اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں شام میں امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گئیں۔ جب وہ کرتہ مجمع عام میں کھولا گیا اور انگلیاں لٹکائی گئیں تو ماتم برپا ہوگیا اور انتقام انتقام کی آوازیں آنے لگیں۔

---

❶ یہ تمام الفاظ ابن سعد ج ۳ قسم اول ص ۵۵، ۵۶ میں مذکور ہیں، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کا فقرہ صحیح بخاری باب اسلام سعید بن زید میں مذکور ہے۔ حضرت علیؓ کا فقرہ حاکم مستدرک میں بسند صحیح نقل کیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

عثمانی کارنامے

فتوحات پر اجمالی نظر

اس میں شک نہیں کہ فاروقِ اعظمؓ نے اپنے حسن تدبر اور غیر معمولی سیاسی قوتِ عمل سے روم و ایران کے دفتر الٹ دیئے اور ان کی دولت و مملکت فرزندانِ توحید کا ورثہ بن گئی۔ دولتِ کیانی صفحۂ ہستی سے معدوم ہوگئی اور تمام ایران مسخر ہوگیا۔ شام، مصر، الجزائر نے بھی سپر ڈال دی۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ فاتح قوم کا ایک ہی سیلاب مفتوح اقوام کے احساسِ خودی کو فنا کردے؟ اور کیا تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کرسکتی ہے کہ ایک ہی شکست نے کسی قوم کی حریت و آزادی کے جذبہ کو معدوم کردیا ہو؟ اور اس کے قوائے عملی بے کار ہوگئے ہوں؟ سکندر نے تمام دنیا کو مسخر کرلیا، لیکن اس کے جانشینوں نے کتنے دنوں تک حکومت قائم رکھی؟ چنگیز و تیمور نے بھی عالم کو تہ و بالا کردیا، لیکن ان کی فتوحات کیوں نقش برآب ثابت ہوئیں۔

درحقیقت یہ ایک تاریخی نکتہ ہے کہ جب اولوالعزم فاتح کا جانشین ویسا ہی اولوالعزم اور عالی حوصلہ نہیں ہوتا تو اس کی فتوحات اس تماشا گاہِ عالم میں صرف ایک وقتی نمائش ہوتی ہیں۔ اس بنا پر جانشین فاروقؓ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ممالکِ مفتوحہ میں حکومت و سلطنت کی بنیاد مستحکم کی اور مفتوح اقوام کے جذبۂ خودسری کو رفتہ رفتہ اپنے حسنِ تدبیر اور حسنِ عمل سے اس طرح ختم کردیا کہ مسلمانوں کی باہمی کشمکش کے موقعوں میں بھی انہیں سرتابی کی ہمت نہ ہوئی۔

آپ نے فتوحات کے سلسلہ میں پڑھا ہوگا کہ حضرت عثمانؓ کو نہایت کثرت کے ساتھ بغاوتیں فرو کرنا پڑیں، مصر میں بغاوت ہوئی۔ اہلِ آرمینیہ اور آذربائیجان نے خراج دینا بند کردیا۔ اہلِ خراسان نے سرکشی اختیار کی، یہ تمام بغاوتیں درحقیقت اسی جذبہ کا نتیجہ تھیں جو مفتوح ہونے کے بعد بھی اقوام کے جذبۂ آزادی کو برانگیختہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے تمام بغاوتوں کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ فرو کیا اور آہستہ آہستہ تشدد و تلطف کی مجموعی حکمتِ عملی سے مفتوحہ ممالک کی عام رعایا کو اطاعت اور انقیاد پر مجبور کردیا۔

besturdubooks.wordpress.com

فتوحات کی وسعت

عہدِ عثمانی میں ممالکِ محروسہ کا دائرہ بھی نہایت وسیع ہوا۔ افریقہ میں طرابلس، برقہ اور مراکش (افریقہ) مفتوح ہوئے۔ ایران کی فتح تکمیل کو پہنچی۔ ایران کے متصلہ ملکوں میں افغانستان، خراسان، اور ترکستان کا ایک حصہ زیر نگین ہوا۔ دوسری سمت آرمینیہ اور آذر بائیجان مفتوح ہوکر اسلامی سرحد کوہ قاف تک پھیل گئی۔ اسی طرح ایشیائے کوچک کا ایک وسیع خطہ ملک شام میں شامل کرلیا گیا۔

بحری فتوحات کا آغاز خاص حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت سے ہوا، حضرت عمرؓ کی احتیاط نے مسلمانوں کو سمندری خطرات میں ڈالنا پسند نہ کیا، ذوالنورینؓ کی اولوالعزمی نے خطرات سے بے پرواہ ہوکر ایک عظیم الشان بیڑا تیار کر کے جزیرۂ قبرص (سائپرس) پر اسلامی پھریرا بلند کیا اور بحری جنگ میں قیصر روم کے بیڑے کو جس میں پانچ سو جنگی جہاز شامل تھے، ایسی فاش شکست دی کہ پھر رومیوں کو اس جرأت کے ساتھ بحری حملہ کی ہمت نہ ہوئی۔

نظامِ خلافت

اسلامی حکومت کی ابتداء شوریٰ سے ہوئی۔ فاروق اعظمؓ نے اس کو زیادہ مکمل اور منظم کردیا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اس نظام کو اپنے ابتدائی عہد میں قائم رکھا۔ لیکن آخر میں بنوامیہ کے استیلاء نے اس میں برہمی پیدا کردی۔ مروان بن حکم نے حضرت عثمانؓ کے اعتماد، نیکی اور سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خلافت کے کاروبار میں پورا رسوخ پیدا کرلیا تھا، تاہم جب کبھی آپ کو کسی معاملہ کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی تو آپ فوراً اس کے تدارک کی سعی کرتے۔ نیک مشوروں کو قبول کرنے میں تامل نہ فرماتے۔ چنانچہ ولید بن عقبہ کی بادہ نوشی کی طرف توجہ دلائی گئی تو تحقیق کے بعد انہوں نے فوراً اس کو معزول کردیا اور شرعی حد جاری کی۔ اسی طرح جب حضرت طلحہؓ نے ملک میں عام تحقیقات کے لئے وفود بھیجنے کا مشورہ دیا تو فوراً اس کو تسلیم کرلیا۔

جمہوری ملک کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت اور حکام کے طریق عمل پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل ہو۔ حضرت عثمانؓ کے اخیر عہد میں اگرچہ مجلس شوریٰ کا باقاعدہ نظام درہم برہم ہوگیا تھا تاہم یہ حقوق بجنسہٖ باقی تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ مجمعِ عام میں ایک شخص نے عمال کو اپنے ہی خاندان سے منتخب کرنے پر بلند آہنگی سے اعتراض کیا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو طرابلس کے مالِ غنیمت سے خمس کا پانچواں حصہ دیا تو بہت سے آدمیوں نے اس پر اعتراض کیا اور حضرت عثمانؓ کو اُسے واپس کرنا پڑا۔

besturdubooks.wordpress.com

عمال کی مجلس شوریٰ

ملکی وانتظامی معاملات میں حکام وقت دوسرے غیر ذمہ دار اشخاص کے مقابلہ میں نسبتاً بہتر اور صائب رائے قائم کر سکتے ہیں، چنانچہ آج تمام مہذب حکومتوں میں عمال و حکام کی ایک مجلس شوریٰ ہوتی ہے۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورین نے تیرہ سو برس پہلے اس ضرورت کو محسوس کر کے عمال کی ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی تھی۔ اس مجلس کے ارکان سے عموماً تحریری رائیں طلب کی جاتی تھیں۔ کوفہ میں پہلے پہلے جب فتنہ وفساد کی ابتداء ہوئی تو اس کی بیخ کنی کے متعلق تحریر ہی کے ذریعہ سے رائیں طلب کی گئی تھیں، کبھی کبھی دارالخلافہ میں باقاعدہ جلسے بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ ۳۴ھ میں اصلاحاتِ ملک پر غور کرنے کے لئے جو جلسہ ہوا تھا، اس میں تمام اہل الرائے اور اکثر عمال شریک تھے(۱)۔

صوبوں کی تقسیم

نظام حکومت کے سلسلہ میں سب سے پہلے کام صوبہ جات اور اضلاع کی مناسب تقسیم ہے۔ حضرت عمرؓ نے ملک شام کو تین صوبوں میں تقسیم کیا تھا، یعنی دمشق، اردن اور فلسطین علیحدہ صوبے قرار پائے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے سب کو ایک والی کے ماتحت کر کے ایک صوبہ بنا دیا، جو نہایت سودمند ثابت ہوا کیونکہ جب والی خوش تدبیر اور ذی ہوش ہو تو ملک کو چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دینے سے اس کا ایک ہی مرکز سے وابستہ رہنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آخری عہد میں جب تمام ملک سازش اور فتنہ پردازی کا جولان گاہ بنا تھا اس وقت وہ تمام اضلاع جو شام سے ملحق کر دیئے گئے تھے اس سے پاک وصاف رہے۔ دوسرے صوبہ جات بعینہ باقی رکھے گئے البتہ جدید مفتوحہ ممالک یعنی طرابلس، قبرص، آرمینیہ اور طبرستان علیحدہ علیحدہ صوبے قرار پائے۔

اختیارات کی تقسیم

حضرت عثمانؓ نے افسر فوج کا ایک جدید عہدہ ایجاد کیا اس سے پہلے والی یعنی حاکمِ صوبہ انتظام ملک کے ساتھ فوج کی افسری بھی کرتا تھا۔ چنانچہ یعلی بن منبہ صنعا کے عامل ہوئے تو عبداللہ بن ربیعہ فوج کی افسری پر مامور ہوئے۔ اسی طرح عمرو بن العاصؓ معزولی سے پہلے والی مصر تھے اور مصری فوج کی باگ عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھ میں تھی۔

حکام کی نگرانی

خلیفۂ وقت کا سب سے اہم فرض حکام وعمال کی نگرانی ہے۔ حضرت عثمانؓ اگرچہ طبعاً نہایت

---

(۱) ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۷

besturdubooks.wordpress.com

نرم تھے، بات بات پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور ذاتی حیثیت سے تحمل، بردباری، تساہل اور چشم پوشی آپ کا شیوہ تھا، لیکن ملکی معاملات میں انہوں نے تشدد و احتساب اور نکتہ چینی کو اپنا طرزِ عمل بنایا، سعید بن ابی وقاصؓ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لی جس کو ادا نہ کرسکے۔ حضرت عثمانؓ نے سختی سے باز پرس کی اور معزول کر دیا۔ ولید بن عقبہ نے بادہ نوشی کی، معزول کر کے علانیہ حد جاری کی۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے امیرانہ زندگی اختیار کی تو انہیں بھی ذمہ داری کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا۔ اسی طرح عمرو بن العاصؓ والیٔ مصر وہاں کے خراج میں اضافہ نہ کرسکے تو اُن کو علیحدہ کر دیا۔

نگرانی کا یہ عام طریقہ تھا کہ دریافتِ حال کے لئے دربارِ خلافت سے تحقیقاتی وفود روانہ کئے جاتے تھے جو تمام ممالک محروسہ میں دورہ کر کے عمال کے طرزِ عمل اور رعایا کی حالت کا اندازہ کرتے تھے۔ یہ تینوں بزرگ صحابہؓ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ ۳۵ھ میں ملک کی عام حالت دریافت کرنے کے لئے جو وفد روانہ کئے گئے تھے ان میں یہی حضرات تھے (۱)۔

ملک کی حالت سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے آپ کا یہ معمول تھا کہ جمعہ کے دن منبر پر تشریف لاتے تو خطبہ شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے اطرافِ ملک کی خبریں پوچھتے اور نہایت غور سے سنتے (۲)۔ تمام ملک میں اعلانِ عام تھا کہ جس کسی کو کسی والی سے شکایت ہو وہ حج کے موقع پر بیان کرے۔ اس موقع پر تمام عمال لازمی طور پر طلب کئے جاتے تھے اس لئے بالمواجہ شکایتوں کی تحقیقات کر کے تدارک فرماتے (۳)۔

ملکی نظم و نسق

فاروق اعظمؓ نے ملکی نظم و نسق کا جو دستور العمل مرتب کیا تھا، حضرت عثمانؓ نے اس کو بعینہٖ باقی رکھا اور مختلف شعبوں کے جس قدر محکمے قائم ہو چکے تھے، ان کو منضبط کر کے ترقی دی۔ یہ اسی نظم و نسق کا اثر تھا کہ ملکی محاصل میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مصر کا خراج ۲۰ لاکھ دینار تھا لیکن عہدِ عثمانیؓ میں اس کی مقدار ۴۰ لاکھ تک پہنچ گئی (۴)۔

بیت المال

جدید فتوحات کے باعث جب ملکی محاصل میں غیر معمولی ترقی ہوئی تو بیت المال کے مصارف میں بھی اضافہ ہوا۔ چنانچہ اہل وظائف کے وظیفوں میں ایک ایک سو درہم کا اضافہ ہوا۔

---

❶ طبری ص ۲۹۴۳ ❷ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۳

❸ طبری ص ۲۹۴۴ ❹ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۳

besturdubooks.wordpress.com

حضرت عمرؓ رمضان میں امہات المؤمنینؓ کو دو دو درہم اور عوام کو ایک ایک درہم روزانہ بیت المال سے دلاتے تھے، حضرت عمرؓ نے اس کے علاوہ لوگوں کا کھانا بھی مقرر کر دیا۔

تعمیرات

حکومت کا دائرہ جس قدر وسیع ہوتا گیا، اسی قدر تعمیرات کا کام بھی بڑھتا گیا۔ تمام صوبہ جات میں مختلف دفاتر کے لئے عمارتیں تیار ہوئیں۔ رفاہِ عام کے لئے سڑک، پل اور مسجدیں تعمیر کی گئیں، مسافروں کے لئے مہمان خانے بنائے گئے۔ پہلے کوفہ میں کوئی مہمان خانہ نہ تھا اس سے مسافروں کو سخت تکلیف ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے عقیل اور ابن ہبار کے مکانات خرید کر ایک نہایت عظیم الشان مہمان خانہ بنوا دیا۔

ملکی انتظام اور رعایا کی آسائش دونوں لحاظ سے ضرورت تھی کہ دالخلافہ کے تمام راستوں کو سہل اور آرام دہ بنا دیا جائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے مدینہ کے راستہ میں موقع موقع سے چوکیاں، سرائیں اور چشمے تیار کرا دیئے۔ چنانچہ نجد کی راہ میں مدینہ سے چوبیس میل کے فاصلے پر ایک نہایت نفیس سرائے تعمیر کی گئی، اس کے ساتھ ساتھ ایک مختصر بازار بھی بسایا گیا۔ نیز شیریں پانی کا ایک کنواں بنایا گیا جو بیر السائب کے نام سے مشہور ہے (۱)۔

بند مہزور

خیبر کی سمت سے کبھی کبھی مدینہ میں نہایت ہی خطرناک سیلاب آیا کرتا تھا جس سے شہر کی آبادی کو سخت نقصان پہنچتا تھا، مسجدِ نبوی ﷺ کو اس سے صدمہ پہنچنے کا احتمال تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر مدری کے قریب ایک بند بندھوایا اور نہر کھود کر سیلاب کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا۔ اس بند کا نام بند مہزور ہے۔ رفاہِ عام کی تعمیرات میں یہ خلیفۂ ثالث کا ایک بڑا کارنامہ ہے (۲)۔

مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر و توسیع

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا ہاتھ سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ عہدِ نبوی میں جب مسلمانوں کی کثرت کے باعث مسجد کی وسعت ناکافی ثابت ہوئی تھی تو اس کی توسیع کے لئے حضرت عثمانؓ نے قریب کا قطعۂ زمین خرید کر بارگاہِ نبوت میں پیش کیا تھا، پھر اپنے عہد میں بڑے اہتمام سے اس کی وسیع اور شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ سب سے اول ۲۴ھ میں اس کا ارادہ کیا لیکن مسجد کے گرد و پیش جن لوگوں کے مکانات تھے وہ کافی معاوضہ دینے پر بھی مسجدِ

---

❶ فتوح البلدان ج ۲ ص ۲۱۷　❷ خلاصۃ الوفا ۱۲۴

besturdubooks.wordpress.com

نبوی ﷺ کی قربت کے شرف سے دست کش ہونے کے لئے راضی نہ ہوتے۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو راضی کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کی لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ پانچ سال اس میں گزر گئے۔ بالآخر **۲۹ھ** میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز ایک نہایت ہی مؤثر تقریر کی اور نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگی کی طرف توجہ دلائی۔ اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے خوشی سے اپنے مکانات دے دیئے اور آپ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تعمیر کا کام شروع کیا۔ نگرانی کے لئے تمام عمال طلب کئے اور خود شب و روز مصروف کار رہتے تھے۔ غرض دس مہینوں کی مسلسل جد و جہد کے بعد اینٹ، چونا اور پتھر کی ایک نہایت خوش نما اور مستحکم عمارت تیار ہوگئی، وسعت میں بھی کافی اضافہ ہوگیا، یعنی طول میں پچاس گز کا اضافہ ہوا، البتہ عرض میں کوئی تغیر نہیں کیا گیا(۱)۔

فوجی انتظامات

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں جس اصول پر فوجی نظام قائم کیا تھا حضرت عثمانؓ نے اس کو ترقی دی، فوجی خدمات کے صلہ میں جن لوگوں کے وظائف مقرر کئے گئے تھے، حضرت عثمانؓ نے اس میں سو سو درہم کا اضافہ کیا اور فوجی صیغہ کو انتظامی صیغوں سے الگ کر کے تمام صدر مقامات میں علیحدہ مستقل افسروں کے ماتحت کر دیا۔ اس عہد کے مکمل فوجی نظام کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امیر معاویہؓ کو حدود شام میں رومیوں کے مقابلہ کے لئے فوجی کمک کی ضرورت ہوئی تو ایران اور آرمینیہ کی فوجیں نہایت عجلت کے ساتھ بروقت پہنچ گئیں۔ اسی طرح جب عبداللہ بن ابی سرحؓ کو طرابلس میں بغاوت فرو کرنے کے لئے فوجی طاقت کی ضرورت پیش آئی تو شام و عراق کی کمک نے عین وقت پر مساعدت کی۔ افریقہ کی فتح میں جب مصری فوج ناکام ثابت ہوئی تو مدینہ سے کمک روانہ کی گئی جس کے افسر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ انہوں نے معرکہ کو کامیابی کے ساتھ ختم کیا۔

عہدِ فاروقی میں جو مقامات فوجی مرکز قرار پائے تھے، عہدِ عثمانی میں ان کے علاوہ طرابلس، قبرص، طبرستان اور آرمینیہ میں بھی فوجی مرکز قائم کیئے گئے اور اضلاع میں چھاؤنیاں قائم کی گئیں جہاں تھوڑی تھوڑی فوج ہمیشہ متعین رہتی تھی۔

تمام ممالک میں گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش و پرداخت کے لئے نہایت وسیع چراگاہیں بنوائی گئیں۔ خود دار الخلافہ کے اطراف میں متعدد چراگاہیں تھیں، سب سے بڑی چراگاہ مقام زبدہ میں تھی، جو مدینہ سے چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ چراگاہ دس میل لمبی اور اسی قدر

(۱) خلاصۃ الوفاء ص ۱۲۴

besturdubooks.wordpress.com

چوڑی تھی۔ دوسری چراگاہ مقام نقیع میں تھی جو مدینہ سے بیس میل دور ہے۔ اسی طرح ایک چراگاہ مقام ضربہ میں تھی جو وسعت میں ہر طرف سے چھ چھ میل تھی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب گھوڑوں اور اونٹوں کی کثرت ہوئی تو ان چراگاہوں کو پہلے سے زیادہ وسیع کیا گیا اور ہر چراگاہ کے قریب چشمے تیار کرائے گئے۔ چنانچہ مقام ضربہ میں بنی صبیہ سے پانی کا ایک چشمہ خرید کر چراگاہ کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔ علاوہ اسکے حضرت عثمانؓ نے خود اپنے اہتمام سے ایک دوسرا چشمہ تیار کرایا اور منتظمین چراگاہ کیلئے مکانات تعمیر کرائے۔ عہدِ عثمانی میں اونٹوں اور گھوڑوں کی جو کثرت تھی، اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف ضربہ کی چراگاہ میں چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔

امارتِ بحریہ

اسلام میں بحری جنگ اور بحری فوجی انتظامات کی ابتدا خاص حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں ہوئی۔ اس سے پہلے یہ ایک خطرناک کام سمجھا جاتا تھا مگر افسوس ہے کہ تاریخوں سے اس کے تفصیلی انتظامات کا پتہ نہیں چلتا۔ صرف اس قدر معلوم ہے کہ امیر معاویہؓ کے توجہ دلانے پر بارگاہِ خلافت سے ایک جنگی بیڑا تیار کرنے کا حکم ہوا اور عبداللہ بن قیس حارثی اس کے امیر البحر ہوئے۔ لیکن اس قدر یقینی ہے کہ اسی زمانہ میں مسلمانوں کی بحری قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ آسانی کے ساتھ قبرص زیرنگیں ہوگیا اور رومیوں کے عظیم الشان جنگی بیڑے کو جس میں پانچ سو جہاز تھے اسلامی بیڑے نے ایسی شکست دی کہ پھر اس نے اسلامی سواحل کی طرف رُخ کرنے کی ہمت نہ کی۔

مذہبی خدمات

نائب رسول ﷺ کا سب سے اہم فرض مذہب کی خدمت اور اس کی اشاعت وتبلیغ ہے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ ذوالنورین کو اس فرض کے انجام دینے کا ہر لحظہ خیال رہتا تھا۔ چنانچہ جہاد میں جو قیدی گرفتار ہو کر آتے تھے اُن کے سامنے خود اسلام کے محاسن بیان کر کے ان کے دین متین کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ایک دفعہ بہت سی رومی لونڈیاں گرفتار ہو کر آئیں، حضرت عثمانؓ نے خود اُن کے پاس جا کر تبلیغِ اسلام کا فرض انجام دیا۔ چنانچہ دو عورتوں نے متاثر ہو کر کلمۂ توحید کا اقرار کیا اور دل سے مسلمان ہوئیں (۱)۔

غیر قوموں میں اشاعتِ اسلام کے بعد سب سے بڑی خدمت خود مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تلقین ہے۔ حضرت عثمانؓ خود بالمشافہ مسائلِ فقہیہ بیان کرتے تھے اور عملاً اس کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک دفعہ وضو کر کے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا تھا (۲)۔ جس مسئلہ میں شبہ ہوتا اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکتے تو دوسرے صحابہؓ سے استفسار فرماتے

❶ ادب المفرد باب خفض المراء ❷ ابوداؤد کتاب الطہارت باب صفۃ وضوالنبی ﷺ

besturdubooks.wordpress.com

اور عوام کو بھی ان کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفرِ حج کے دوران میں ایک شخص نے پرندہ کا گوشت پیش کیا جو شکار کیا گیا تھا، جب آپ کھانے کے لئے بیٹھے تو شبہ ہوا کہ حالتِ احرام میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت علیؓ بھی ہمسفر تھے، ان سے استصواب کیا۔ انہوں نے عدم جواز کا فتویٰ دیا اور حضرت عثمانؓ نے اسی وقت کھانے سے ہاتھ روک لیا(۱)۔

مذہبی انتظامات کی طرف پوری توجہ تھی، مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کا حال گزر چکا ہے، مدینہ کی آبادی اس قدر ترقی کر گئی تھی کہ جمعہ کے روز ایک اذان کافی نہیں ہوتی تھی، اس لئے ایک اور مؤذن کا تقرر کیا جو مقام زوراء میں اذان دے کر لوگوں کو نماز کے وقت سے مطلع کرتا تھا، نماز میں صفوں کے برابر اور سیدھی رکھنے کے انتظام پر متعدد اشخاص متعین تھے جو خطبہ ختم ہونے کے ساتھ ہی مستعدی کے ساتھ صفیں برابر کرتے تھے(۲)۔

مذہبی خدمات کے سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ قرآن مجید کو اختلاف وتحریف سے محفوظ کرنا اور اس کی عام اشاعت ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی مہم میں شام، مصر، عراق وغیرہ مختلف ملکوں کی فوجیں مجتمع تھیں، جن میں زیادہ تر نو مسلم اور عجمی النسل تھے، جن کی مادری زبان عربی نہ تھی، حضرت حذیفہؓ بن یمان بھی شریک جہاد تھے، انہوں نے دیکھا کہ اختلافِ قرأت کا یہ حال ہے کہ اہل شام کی قرأت، اہل عراق سے بالکل جداگانہ ہے، اسی طرح اہل بصرہ کی قرأت اہل کوفہ سے مختلف ہے اور ہر ایک اپنے ملک کی قرأت صحیح اور دوسری کو غلط سمجھتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ کو اس اختلاف سے اس قدر خلجان ہوا کہ جہاد سے واپس ہوئے تو سیدھے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور مفصل واقعات عرض کر کے کہا ''امیر المؤمنین! اگر جلد اس کی اصلاح کی فکر نہ ہوئی تو مسلمان عیسائیوں اور رومیوں کی طرح خدا کی کتاب میں شدید اختلاف پیدا کر لیں گے۔'' حضرت حذیفہؓ کے توجہ دلانے پر حضرت عثمانؓ کو بھی خیال ہوا اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے عہدِ صدیقی کا مرتب ومدون کیا ہوا نسخہ لے کر حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور سعید بن العاصؓ سے اس کی نقلیں کرا کے تمام ملک میں اس کی اشاعت کی اور ان تمام مختلف مصاحف کو جنہیں لوگوں نے بطورِ خود مختلف املاؤں سے لکھا تھا، صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا(۳)۔

ظاہر ہے کہ ان اختلاف کو رفع کرنے کی کوشش نہ کی جاتی تو آج قرآن کا بھی وہی حال ہوتا جو توریت وانجیل اور دیگر صحفِ آسمانی کا ہوا۔

❶ مستدرک ابن حنبل ج ا ص ۱۰۰ ❷ مسند شافعی ص ۳۸ ❸ بخاری باب جمع القرآن

besturdubooks.wordpress.com

فضل وکمال

نوشت وخواند

حضرت عثمانؓ ان صحابہ میں سے تھے جو اسلام سے پہلے ہی نوشت وخواند جانتے تھے۔ اسلام کے بعد اس ملکہ میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔

کتابت وحی

آپ کی تحریر وکتابت کی مہارت کی بنا پر حضور پرنور ﷺ نے آپ کو کتابتِ وحی پر مامور کیا تھا اور جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ کو بلا کر لکھوایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شب کے وقت وحی نازل ہوئی، حضرت عثمانؓ موجود تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے اسی وقت تعمیلِ ارشاد کی (۱)۔

اسلوبِ تحریر

اسلوبِ تحریر کا اندازہ ان فرامین وخطوط سے ہوسکتا ہے جو اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔ افسوس کہ الفاظ کی فصاحت اور کلام کی بلاغت کا لطف ترجمہ میں قائم نہیں رہ سکتا۔ بیعتِ خلافت کے بعد تمام ملک میں جو مختلف فرامین بھیجے ہیں ان میں سے ایک کے چند فقرے یہ ہیں:

انما بتغتم بالاقداء والاتباع فلا تلفتتكم الدنيا عن امركم فان امر هذه الامة صائر ابى الابتداع بعد اجتماع ثلث فيكم تكامل النعم وبلوغ اولادكم من السبايا وقرأة الاعراب ولا عاجم القرآن فان رسول الله ﷺ قال الكفر

اتباع اور اطاعت ہی سے تم کو یہ درجہ حاصل ہوا ہے، پس دنیا طلبی تم کو تمہارے مقصد سے برگشتہ نہ کرنے پائے، امت میں تین اسباب کے مجتمع ہوجانے کے بعد بدعات کا سلسلہ شروع ہوجائیگا، دولت کی بہتات، لونڈیوں سے اولادوں کی کثرت، اعراب اور اعاجم کا قرآن پڑھنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کفر عجمیت میں ہے کیونکہ

---

(۱) کنزالعمال ج۶ص ۳۷۷

besturdubooks.wordpress.com

فی العجمۃ فاذا استعجم علیھم امر تکلفوا وابتدعوا.

میں ہے، کیونکہ وہ جب کوئی بات نہیں سمجھ سکتے تو (خواہ مخواہ) تکلیف کر کے نئی نئی باتیں گھڑ لیتے ہیں۔

ایک فرمان میں عمال کو تحریر فرماتے ہیں:

یوشکن ایمتکم ان یصیروا جباۃ ولا یکونوا دعاۃ فاذا عادو کذلک انقطع الحیاء والامانۃ والوفاء الا وان اعدل السیرۃ ان تنظروا فی امور المسلمین وفیما علیھم فتعطوھم مالھم وتاخذوھم باللذی علیھم. (۱)

قریب ہے کہ تمہارے ائمہ نگہبان ہونے کے بجائے صرف تحصیلدار ہو کر رہ جائیں، جب ایسی حالت ہو جائے گی تو حیا، امانت اور وفاداری ناپید ہو جائے گی، ہاں! بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے نفع نقصان کا خیال رکھو، انکا حق انکو دلواؤ جوان سے لینا چاہے وہ ان سے وصول کرے۔

تقریر

برجستہ تقریر وخطابت کا ملکہ نہ تھا، چنانچہ مسند نشینی کے بعد پہلے پہل جب منبر پر تشریف لائے تو زبان نے یاری نہ کی اور صرف یہ کہہ کر اُتر آئے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ پہلے سے اس کے لئے تیار ہو کر آتے تھے، میں بھی آئندہ تیار ہو کر آؤں گا، لیکن تم کو تقریر کرنے والے امام سے زیادہ کام کرنے والے امام کی ضرورت ہے۔ آپ کی تقریر مختصر لیکن فصیح و موثر ہوتی تھی۔ ایک خطبہ کے چند ابتدائی فقرے یہ ہیں:

ایھا الناس ان بعض الطمع فقر وبعض الیاس غنی وانکم تجمعون مالا تاکلون وتاملون مالا تدرکون وانتم موجلون فی دار غرور.

لوگو! بعض حرص وطمع احتیاج محض ہے اور بعض ناامیدی تونگری و بے نیازی کے مترادف ہے، تم ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جس سے متمتع نہیں ہو سکتے اور ایسی امیدیں باندھتے ہو جو پوری نہیں ہو سکتی ہیں، تم لوگ اس دھوکہ کے گھر میں ایک وقتِ مقررہ تک کیلئے چھوڑے گئے ہو۔

قرآن پاک

حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ قرآن کا پڑھنا یا پڑھانا سب سے افضل ہے (۲)۔ غالباً

---

❶ یہ تمام عبارتیں طبری ص ۲۸۰۲ و ۲۸۰۳ سے منقول ہیں۔ ❷ ابن حنبل ج ۱ ص ۵۷

besturdubooks.wordpress.com

اسی لئے ان کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ دوسرے اکابر صحابہؓ کی طرح وہ بھی قرآن مجید کے حافظ تھے اور چونکہ کاتب وحی رہ چکے تھے، اس لئے ہر آیت کے شانِ نزول اور اس کے حقیقی مفہوم سے واقف تھے۔ کہتے ہیں کہ عہدِ نبوت میں انہوں نے بھی ایک مصحف جمع کیا تھا(۱)۔ آیاتِ قرآنی سے استدلال، استنباطِ احکام اور تفریع مسائل میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ قرآن پاک کو نومسلم قوموں نے تحریف سے بچانا ان کا بڑا کارنامہ ہے، یہ واقعہ بھی ان کی فضیلت کا ایک باب ہے کہ اس وقت بھی جب وہ دشمنوں کے نرغہ میں تھے اور قاتل تیغ بکف اُن کے سامنے تھے اور وہ قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے۔

حدیث شریف

سلسلۂ احادیث میں دوسرے صحابہ کی نسبت حضرت عثمانؓ سے مرفوع احادیث بہت کم مروی ہیں۔ آپ کی کل روایتوں کی تعداد ۱۴۶ ہے جن میں تین متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہیں اور آٹھ صرف بخاری اور پانچ صرف مسلم ہیں، اس طرح صحیحین میں آپ کی کل ۱۶ حدیثیں ہیں۔

ان کی روایات کی قلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ روایاتِ حدیث میں حد درجہ محتاط تھے، فرماتے تھے کہ ''آنحضرت ﷺ سے بیان کرنے میں یہ چیز مانع ہوتی ہے کہ شاید دیگر صحابہ کے مقابلہ میں میرا حافظہ زیادہ قوی نہ ہو، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سُنا ہے کہ ''جو شخص میری طرف وہ منسوب کرے گا جو میں نے نہیں کہا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے'' (۲)۔

اسی لئے وہ حدیث کی روایت میں سخت احتیاط کرتے تھے، عبدالرحمٰن بن حاطب کا بیان ہے کہ میں نے کسی صحابی کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ پوری بات کرنے والا نہیں دیکھا لیکن وہ حدیث بیان کرتے ڈرتے تھے (۳)۔

فقہ و اجتہاد

حضرت عثمانؓ اگرچہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ مرتضیٰ کی طرح اکابر مجتہدین میں داخل نہیں تاہم وہ شرعی اور مذہبی مسائل میں مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے اور دوسرے مجتہد صحابہؓ کی طرح ان کے اجتہادات اور فیصلے بھی کتبِ آثار میں مذکور ہیں۔ لوگ ان کے قول و عمل سے استناد کرتے تھے (۴)۔ خصوصاً حج کے ارکان اور مسائل کے علم میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، اس علم میں ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا درجہ تھا (۵)۔ شیخین کے عہدِ خلافت میں بھی حضرت عثمانؓ سے فتوے

❶ نزہۃ الابرار قلمی ص۱۴ کتب خانہ حبیب گنج ❷ مسند ابن حنبل ج ا ص ۶۵ ❸ ابن سعد جلد ۳ قسم اول ص ۳۹
❹ بخاری کتاب الغسل و ابن حنبل ج ا ص ۷۰، ۶۰ وغیرہ ❺ ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۴۱

besturdubooks.wordpress.com

پوچھے جاتے تھے اور پیچیدہ مسائل میں ان کی رائے دریافت کی جاتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ مکہ میں گئے اور اپنی چادر ایک شخص پر جو خانۂ کعبہ میں کھڑا ہوا تھا، ڈال دی، اتفاق سے اس پر ایک کبوتر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ چادر کو اپنی بیٹ سے گندہ نہ کردے، اس کو اڑادیا، کبوتر اڑ کر دوسری جگہ جا بیٹھا، وہاں اس کو ایک سانپ نے کاٹ لیا اور وہ اسی وقت مر گیا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے کفارہ کا فتویٰ دیا، کیونکہ وہ اس کبوتر کو ایک محفوظ مقام سے غیر محفوظ مقام میں پہنچانے کا باعث ہوئے تھے (۱)۔

بیعتِ خلافت کے بعد حضرت عثمانؓ کے سامنے ہرمزان کے قتل کا مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ مدعا علیہ تھے۔ اس مقدمہ میں جو فیصلہ ہوا وہ بھی درحقیقت ایک اجتہاد پر مبنی ہے۔ یعنی مقتول کا اگر کوئی وارث نہ ہو تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہوتا ہے چونکہ ہرمزان کا کوئی وارث نہ تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے بحیثیت ولی کے قصاص کے بجائے دیت لینا قبول کیا اور رقم بھی اپنے ذاتی مال سے دے کر بیت المال میں داخل کردی۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے بعض اجتہاد سے بعض معاملات میں سہولت پیدا کردی، مثلاً دیت میں اونٹ دینے کا رواج تھا، حضرت عثمانؓ نے اس کی قیمت بھی دینی جائز قرار دی (۲)۔

ان کے بعض اجتہادی مسائل سے دوسرے مجتہدین صحابہؓ کو اختلاف بھی تھا لیکن حضرت عثمانؓ چونکہ اپنی رائے کو صحیح سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے اجتہاد سے رجوع نہیں کیا۔ مثلاً آپ لوگوں کو حجِ تمتع یعنی حج اور عمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ نیت کرنے سے اس بنا پر روکتے تھے کہ اس کے جواز کی علت اب باقی نہیں رہی، یعنی کفار کا خوف، لیکن حضرت علیؓ اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے (۳)۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص حج کے موقع پر اقامت کی نیت کرلے تو اس کو منیٰ میں بھی پوری چار رکعت نماز ادا کرنی چاہئے۔ حضرت علیؓ منیٰ میں قصر کرنا ضروری سمجھتے تھے، حضرت عثمانؓ حالتِ احرام میں ناجائز قرار دیتے ہیں (۴)۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے اُنہوں نے اس کی ممانعت سنی تھی۔ لیکن حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت عثمانؓ اس زن مطلقہ کو جس کو طلاق بائن دی گئی ہو، حالتِ عدت میں وارث قرار دیتے تھے (۵)۔ کیونکہ ان کے خیال میں جب تک عدت پوری نہ ہو جائے اس وقت تک ایک رشتہ قائم ہے، حضرت علیؓ کو اس سے اختلاف تھا۔ حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص حالتِ عدت میں کسی عورت سے نکاح کرلے تو مستوجب سزا ہے کہ قرآن نے اس کی ممانعت کی ہے۔ چنانچہ

---

❶ مسند شافعی طبع آرہ ص ۹۷ ❷ کتاب الخراج مصر ۹۲ ❸ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۶۱
❹ ایضاً ص ۶۸ ❺ مسند شافعی طبع آرہ ص ۱۷۰

besturdubooks.wordpress.com

ایک شخص ان کے عہد میں اس کا مرتکب ہوا تو انہوں نے اس کو جلاوطن کر دیا(۱)۔ حضرت علیؓ اس کو کسی حدِ شرعی کا مستوجب نہیں سمجھتے تھے۔ غرض اسی طرح بعض اور مسائل میں بھی حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف تھا۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اختلاف کسی نفسانیت پر مبنی تھا، ان بزرگوں کی رواداری اور صفائی قلب کا یہ حال تھا کہ جب حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں دو رکعت نماز کے بجائے پوری چار رکعت نماز ادا کی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اگرچہ میرے خیال میں قصر ضروری ہے لیکن میں عملاً امیر المومنین کی مخالفت نہیں کروں گا۔ چنانچہ خود بھی دو کے بجائے پوری رکعتیں پڑھیں۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ بعض مسائل میں دوسرے صحابہ کو اختلاف ہے تو فرمایا کہ ''ہر شخص کو اختیار ہے کہ جو حق نظر آئے اس پر عمل کرے، میں کسی کو اپنی رائے ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔''

بعض ناواقفوں نے حضرت عثمانؓ کے کسی مسئلہ پر اعتراض کیا تو فرمایا ہم لوگ خدا کی قسم سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، ہم بیمار ہوتے تو آپ ﷺ ہماری عیادت فرماتے، ہمارے جنازوں کے پیچھے چلتے، ہم کو ساتھ لے کر جہاد کرتے تھے، کم وبیش جو کچھ ہوتا اس سے ہماری غمخواری فرماتے۔ اب ایسے لوگ ہم کو آپ ﷺ کی سنت بتانا چاہتے ہیں جنہوں نے شاید آپ ﷺ کی صورت بھی نہ دیکھی ہو(۲)۔

علم الفرائض

حضرت عثمانؓ کو چونکہ تجارتی کاروبار سے ہمیشہ سابقہ پڑتا تھا اس لئے ان کو علم حساب سے ضرور دلچسپی رہی ہوگی، جس کا ثبوت یہ ہے کہ فرائض یعنی علم تقسیم ترکہ سے جس میں حساب کو بڑا دخل ہے، مناسبت تھی، چنانچہ اس فن کی تدوین اور ترتیب میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ ان کا ہاتھ بھی شامل ہے۔ قرآن شریف میں ذوی الفروض اور بعض عصبات کا ذکر ہے۔ حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ نے اپنی مجتہدانہ قوت سے اسی کو بنیاد قرار دے کر موجودہ علم الفرائض کی عمارت قائم کی۔

یہ دونوں اپنے زمانہ میں اس فن کے امام سمجھے جاتے تھے۔ عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی میں وراثت کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی کرتے تھے اور اس سے متعلق تمام مشکل عقدوں کو حل فرماتے تھے، بعض صحابہ کو یہاں تک خوف تھا کہ ان دونوں کی وفات سے فرائض کا علم ہی جاتا رہے گا(۳)۔

❶ نزہۃ الابرار قلمی ص ۱۴۱ کتب خانہ حبیب گنج ❷ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۶۹
❸ کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۲

besturdubooks.wordpress.com

اخلاق وعادات

حضرت عثمانؓ فطرتاً عفیف، پارسا، دیانت دار اور راست باز تھے۔ حیا اور رحمدلی ان کی خاص شان تھی۔ ایامِ جاہلیت میں جبکہ عرب کا ہر بچہ مست شراب تھا، اس وقت بھی عثمانؓ ذوالنورین کی زبان بادۂ گلگوں کے ذائقہ سے ناآشنا تھی (۱)۔ اور جب کذب وافتراء، فسق وفجور عالمگیر تھا، آپ کا دامن ان دھبوں سے آلودہ نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت نے ان اوصاف کو اور بھی چمکا دیا تھا۔

خوفِ خدا

خوفِ خدا تمام محاسن کا سرچشمہ ہے۔ جو دل خدا کی ہیبت وجلال سے لرزاں نہیں، اس سے کسی نیکی کی امید نہیں ہوسکتی۔ حضرت عثمانؓ اکثر خوفِ خداوندی سے آبدیدہ رہتے، موت، قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا۔ سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہو جاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کے ڈاڑھی تر ہو جاتی۔ لوگ کہتے کہ دوزخ وجنت کے تذکروں سے تو آپ پر اس قدر رقت طاری نہیں ہوتی، آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر آپ بے قرار ہو جاتے ہیں؟ فرماتے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہوگیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے (۲)۔

حب رسول

حضرت عثمانؓ تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے اور آپ پر فدویت و جانثاری کا حق ادا کیا۔ آپ کو آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مبارک کے ساتھ اتنی محبت وشیفتگی تھی کہ اپنے محبوب آقا کی فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی دیکھ کر بے قرار رہتے تھے اور جب موقع ملا آپ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے۔ ایک دفعہ چار دن تک آلِ رسول ﷺ نے فقر وفاقہ سے بسر کیا،

❶ کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۲ ❷ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۶۳

besturdubooks.wordpress.com

حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت بہت سا سامانِ خورد و نوش اور تین سو درہم لاکر بطور نذرانہ پیش کیے (۱)۔

احترام رسول

آنحضرت ﷺ کا ادب و احترام اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی، پھر اس کو نجاست یا محلِ نجاست سے مس نہ ہونے دیا (۲)۔ اہل بیت نبوی اور ازواجِ مطہراتؓ کا خاص طور سے پاس و خیال تھا۔ چنانچہ اپنے عہدِ خلافت میں جب اصحابِ وظائف کے رمضان کے روزینے مقرر کیے تو ازواجِ مطہراتؓ کا روزینہ سب سے دونا مقرر کیا۔

اتباعِ سنت

جنابِ سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ پاک سے اس محبت و ارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول و فعل یہاں تک کہ حرکات و سکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے متبسم ہوئے۔ لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی، فرمایا میں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ (روحی فداہ) کو اسی طرح وضو کرکے ہنستے ہوئے دیکھا تھا (۳)۔ ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ حضور ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے (۴)۔ ایک دفعہ عصر کے وقت سب کے سامنے وضو کرکے دکھایا کہ آنحضرت اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے (۵)۔ ایک بار مسجد کے دوسرے دروازہ پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیر تازہ وضو کیے ہوئے نماز کو کھڑے ہوگئے، پھر فرمایا کہ آنحضرت نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا (۶)۔ حج کے موقع پر آپ اور ایک صحابی طواف کر رہے تھے، طواف میں انہوں نے رکن یماق کا بھی بوسہ لیا۔ حضرت عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرنا چاہا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیا کرتے ہو؟ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ انہوں نے کہا، ہاں! کیا آپ کو اس کا استلام کرتے تم نے دیکھا؟ کہا، نہیں! فرمایا، پھر کیا رسول اللہ کی اقتداء مناسب نہیں؟ انہوں نے جواب دیا بیشک (۷)۔

حیاء

شرم و حیاء حضرت عثمانؓ کا امتیازی وصف تھا، اس لئے مؤرخین نے ان کے اخلاق و عادات کے بیان میں حیاء کا مستقل عنوان قائم کیا۔ آپ میں اس درجہ شرم و حیاء تھی کہ خود حضور پرنور ﷺ

---

❶ کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۶ ❷ ج ۱ ص ۳۷۱ ❸ طبری ص ۲۸۰۴

❹ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۵۸ ❺ ایضاً ص ۶۸ ❻ ایضاً ۶۷، ۶۸ ❼ ایضاً ص ۷۰، ۷۱

besturdubooks.wordpress.com

اس حیاء کا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا، رسول اللہ ﷺ بے تکلفی کے ساتھ تشریف فرما تھے، زانوائے مبارک کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا۔اسی حالت میں حضرت عثمانؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو سنبھل کر بیٹھ گئے اور زانوائے مبارک پر کپڑا برابر کرلیا۔لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے لئے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ کی حیاء سے فرشتے بھی شرماتے ہیں (۱)۔اسی قسم کا ایک اور واقعہ حضرت عائشہؓ بھی بیان فرماتی ہیں (۲)۔حضرت ذوالنورینؓ کی حیاء کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی وہ برہنہ نہیں ہوتے تھے۔

زُہد

حضرت عثمانؓ اگر چہ کچھ اپنی خلقی ناتوانی اور ضعف پیری کے باعث اور کسی قدر اس سبب سے کہ انہوں نے ناز ونعمت میں پرورش پائی تھی، ہلکی غذا اور نرم پوشاک استعمال کرنے پر مجبور تھے اور فاروق اعظمؓ کی طرح موٹا جھوٹا کپڑا اور روکھا پھیکا نہیں کھا سکتے تھے۔لیکن اس سے یہ قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ آپ عیش وتنعم کے گرویدہ تھے بلکہ انہوں نے باوجود غیر معمولی دولت وثروت کے کبھی امیرانہ زندگی اختیار نہیں فرمائی اور نہ کبھی صرف زیب وزینت کی چیزیں استعمال کیں۔قز ایک خوش وضع رومی کپڑا تھا جو عرب کا مطبوع عام لباس تھا۔امراء تو امراء متوسط درجہ کے لوگ بھی اس کو پہننے لگے تھے، لیکن حضرت عثمانؓ نے کبھی اس کو استعمال نہ فرمایا اور نہ اپنی بیویوں کو استعمال کرنے دیا۔

تواضع

تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ گھر میں بیسیوں لونڈی اور غلام موجود تھے، لیکن اپنا کام آپ ہی کر لیتے تھے اور کسی کو تکلیف نہ دیتے، رات کو تہجد کے لئے اٹھتے اور کوئی بیدار نہ ہوتا تو خود ہی وضو کا سامان کر لیتے اور کسی کو جگا کر اس کی نیند خراب نہ فرماتے۔اگر کوئی درشت کلامی کرتا تو آپ نرمی سے جواب دیتے۔ایک دفعہ عمرو بن العاصؓ نے اثنائے گفتگو میں حضرت عثمانؓ کے والد کی شرافت پر طعنہ زنی کی۔حضرت عثمانؓ نے نرمی سے جواب دیا کہ عہد اسلام میں زمانہ جاہلیت کا کیا تذکرہ ہے (۳)۔اسی طرح ایک دفعہ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی، عثمان توبہ کر اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آ۔حضرت عثمانؓ نے اسی وقت قبلہ رُخ ہو کر ہاتھ اٹھایا اور کہا:

اللّٰھم انی اوّل تائب تاب الیک	اے خدا میں پہلا توبہ کرنے والا ہوں جس نے تیری درگاہ میں رجوع کیا۔

---

❶ بخاری ج ۲ مناقب حضرت عثمانؓ ❷ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۱ ❸ طبری ص ۲۹۶۶ ❹ ایضاً ص ۲۹۷۲

besturdubooks.wordpress.com

ایثار

آپ نے مسلمانوں کے مال میں ہمیشہ ایثار سے کام لیا۔ چنانچہ اپنے زمانۂ خلافت میں ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے ایک حبہ نہیں لیا(۱)۔ اور اس طرح گویا اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا۔

حضرت عمرؓ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا۔ اس حساب سے حضرت عثمانؓ نے اپنے دوازدہ سالہ مدتِ خلافت میں ساٹھ ہزار درہم کی گراں قدر رقم مسلمانوں کے لئے چھوڑی، جو درحقیقت ایثارِ نفس کا نمونہ ہے۔

فیاضی

حضرت عثمانؓ عرب میں سب سے زیادہ دولت مند تھے، اس کے ساتھ خدا نے فیاض طبع بھی بنایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی فیاضی، اپنے مال و دولت سے اس وقت اسلام کو فائدہ پہنچایا جب اس امت میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر موجود نہ تھا۔

مدینہ میں تمام کنویں کھاری تھے، صرف بیر رومہ جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا شیریں تھا، حضرت عثمانؓ نے رفاہِ عام کے خیال سے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد نبوی ﷺ میں جگہ کی تنگی کے باعث نمازیوں کو تکلیف ہونے لگی تو حضرت عثمانؓ نے ایک گراں قدر رقم صرف کر کے اسکی توسیع کرائی۔

آپ کی فیاضی کا سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ہزاروں روپے کے صرف سے مجاہدین کو آراستہ کیا۔ یہ فیاضی ایسے وقت میں ظاہر ہوئی جبکہ عام طور پر مسلمانوں کی عسرت اور تنگی نے پریشان کر رکھا تھا اور دوسری طرف قیصر روم کی جنگی تیاریوں سے خود رسول اللہ ﷺ کو تشویش دامن گیر تھی۔

مذکورہ بالا فیاضیوں کے علاوہ روزانہ جود و کرم اور صدقات و خیرات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے(۲)۔ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے تھے۔ مسلمانوں کی عسرت و تنگ حالی سے ان کو دلی صدمہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایک جہاد میں ناداری اور مفلسی کے باعث مسلمانوں کے چہرے اداس تھے اور اہلِ نفاق ہشاش بشاش ہر طرف اکڑتے پھرتے تھے۔ اسی وقت چودہ اونٹوں پر سامانِ خورد و نوش بار کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا کہ اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرا دیں(۳)۔

---

❶ طبری ص۲۹۵۳ ❷ نزہۃ الابرار قلمی ص۱۴۱ کتب خانہ حبیب گنج ❸ کنز العمال ج۶ ص۴ ۳۷

besturdubooks.wordpress.com

اعزہ اور احباب کے ساتھ حسن سلوک

اعزہ اور احباب کے ساتھ مسلوک ہوتے تھے اور ان کی پرورش فرماتے تھے۔ آپ کے چچا حکم بن العاص کو رسول اللہ ﷺ نے طائف کو جلاوطن کر دیا تھا، حضرت عثمانؓ نے بارگاہِ نبوت میں کوشش کر کے ان کی خطا معاف کرائی اور اپنے عہد میں مدینہ بلوایا اور جیبِ خاص سے ان کی اولاد کو ایک لاکھ درہم عطا فرمائے (۱)۔ اور ان کے لڑکے مروان سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر کے جہیز میں ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔

عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن ابی سرح، عثمانؓ بن ابن العاص، امیر معاویہؓ، حضرت عثمانؓ کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے اور ان کے عہدِ خلافت میں ممتاز عہدوں پر متعین رہے۔

احباب کے ساتھ بھی یہی سلوک تھا، ان کی ضرورت پر بڑی بڑی رقمیں قرض دیتے تھے اور بسا اوقات واپس نہیں لیتے تھے، ایک دفعہ حضرت طلحہؓ نے ایک بڑی رقم قرض لی۔ کچھ دنوں بعد واپس دینے آئے تو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہاری مروت کا صلہ ہے (۲)۔

صبر وتحمل

صبر وتحمل کا پیکر تھے، مصائب وآلام کو نہایت صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ شہادت کے موقع پر چالیس دن تک جس بردباری، ضبط اور تحمل کا اظہار آپ کی ذات سے ہوا وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ سینکڑوں وفا شعار غلام اور ہزاروں معاون وانصار سرفروشی کے لئے تیار تھے مگر اس ایوبِ وقت نے خونریزی کی اجازت نہ دی اور اپنے اخلاقِ کریمانہ کا آخری منظر دکھا کر ہمیشہ کے لئے دنیا سے روپوش ہو گیا۔

مذہبی زندگی

دن کے وقت مہماتِ خلافت میں مصروف رہتے تھے اور رات کا اکثر حصہ عبادت وریاضت میں بسر فرماتے تھے، کبھی کبھی رات بھر جاگتے اور ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے (۳)۔

دوسرے تیسرے دن عموماً روزہ رکھتے تھے۔ کبھی کبھی مہینوں روزے سے رہتے، اور شب کے وقت صرف اس قدر کھا لیتے کہ سدرمق کے لئے کافی ہو۔

ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے، خود امیر الحج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ خصوصاً ایام خلافت میں کوئی سال حج سے خالی نہیں گزرا۔ البتہ جس سال شہید ہوئے اُس سال محصور ہونے کے باعث نہ جا سکے۔

---

❶ طبری ص ۲۹۵۴ ❷ ایضاً ص ۳۰۲۷ ❸ ابن سعد

besturdubooks.wordpress.com

ذاتی حالات

مسکن

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت اوسؓ بن ثابت کے مہمان ہوئے اور غالباً عرصہ تک ان ہی کے مکان میں مقیم رہے۔ اس کے بعد اپنے عہدِ خلافت میں مسجد نبوی ﷺ کے قریب ایک محل تعمیر کرایا، جو عظمت و شان میں مدینہ کی تمام عمارتوں سے ممتاز تھا۔ یہ جگہ اب بھی سیدنا عثمانؓ کے نام سے مشہور ہے اور کچھ حصہ مغربی حاجیوں کا زادیہ ہے اور یہاں ایک کتب خانہ، کتب خانۂ سیدنا عثمانؓ کے نام سے قائم ہے۔ مسجد نبوی ﷺ کی پشت پر گلی کی دوسری طرف ایک مکان کے دروازے پر مشہدِ سیدنا عثمانؓ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

وسائلِ معاش

معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، عرب میں کوئی ان سے بڑا دولتمند تاجر نہ تھا، اس غیر معمولی دولت و ثروت کے باعث ان کو غنی کا خطاب دیا تھا۔

جاگیر

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو جو اس معرکہ میں شریک تھے، جاگیریں عطا کی تھیں۔ حضرت عثمانؓ کے حصہ میں بھی ایک قطعہ زمین آیا تھا، اس کے علاوہ انہوں نے مختلف مقامات میں جائدادیں خریدی تھیں، مدینہ سے قریب مقامِ بقیع میں بھی ایک نہایت وسیع قطعہ خریدا تھا جس کو انہوں نے قبرستان کے لئے وقف فرما دیا تھا۔

زراعت

جہاں تک معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ خود زراعت نہیں فرماتے تھے۔ البتہ اپنی زمین کو بٹائی پر دیتے تھے کہ پیداوار میں سے دو ثلث کاشت کار کو ملتا تھا اور صرف ایک ثلث آپ کا حق ہوتا تھا۔

غذا

ضعف پیری کے باعث غذا عموماً نرم، ہلکی اور زود ہضم تناول فرماتے تھے، دستر خوان پر عموماً

besturdubooks.wordpress.com

اعزہ واحباب کا مجمع رہتا تھا۔

صفائی

مزاج میں نفاست اور طہارت تھی، جب سے مسلمان ہوئے روزانہ غسل کیا کرتے تھے۔ (ابن حنبل ا-۶۷) ہمیشہ اچھے کپڑے پہنتے تھے اور عطر لگاتے تھے۔

لباس

ابن سعد نے آپ کے لباس کا خاص عنوان باندھا ہے، گو آپ اچھے کپڑے استعمال فرماتے تھے لیکن اس میں تکلفات کو دخل نہیں ہوتا تھا، ایسے کپڑوں سے نہایت پرہیز کرتے تھے جس سے مزاج میں غرور اور تکبر اور خود بینی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے، نفط ایک خاص قسم کا رومی کپڑا تھا جو امرائے عرب میں عموماً نہایت مطبوع تھا لیکن انہوں نے اس کو کبھی استعمال نہیں فرمایا اور نہ اپنی بیویوں کو پہننے دیا۔ تمام عمر پائجامہ نہیں پہنا، صرف شہادت کے وقت ستر کے خیال سے پہن لیا تھا، عموماً تہ بند باندھا کئے۔ ایک تابعی روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز منبر پر ان کو دیکھا تو جو موٹا تہ بند وہ پہنے تھے اس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی (۱)۔

حلیہ

صورۃً خوش رو اور خوب صورت تھے (۲)۔ رنگ گندم گوں، قد معتدل، ناک بلند اور خم دار، رُخسار پُر گوشت اور اُن پر چیچک کے ہلکے ہلکے داغ، داڑھی گھنی اور طویل، سر کے بال گھنے اور بڑے بڑے، یہاں تک کہ زلف کانوں تک پہنچتی تھی، بعض روایات کے مطابق بالوں میں خضاب فرماتے تھے، دانت پیوستہ اور چمکدار تھے جن کو سونے کے تار سے باندھ کر مضبوط کیا گیا تھا۔

ازواج واولاد

مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، پہلی بیوی آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں۔ حبشہ کی ہجرت میں وہ آپ کے ساتھ تھیں، واپس آکر مدینہ منورہ ہجرت میں شریک ہوئیں۔ ایک سال زندہ رہیں سنہ ۲ ھ میں غزوۂ بدر کے موقع پر وفات پائی۔ ان سے عبداللہ نام ایک فرزند تولد ہوا تھا جس نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ اس کے بعد آنحضرت کی چھوٹی صاحبزادی حضرت اُم کلثومؓ سے سنہ ۳ ھ میں نکاح ہوا۔ انہوں نے بھی نکاح کے چھ سات برس بعد ۹ ھ میں وفات پائی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

❶ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۹۲ ❷ ابن حنبل ج اول ص ۷۳ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۹۶

besturdubooks.wordpress.com

اس کے بعد حسب ذیل نکاح کیئے :

❸ فاختہ بنت غزوان : ان کے بطن سے بھی ایک فرزند تولد ہوا، عبداللہ نام تھا لیکن وہ بھی بچپن ہی میں فوت ہوگیا۔

❹ ام عمرو بنت جندب : ان کے بطن سے عمرو، خالد، ابان، عمر اور مریم پیدا ہوئے۔

❺ فاطمہ بنت ولید : یہ حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے ولید اور سعید کی ماں ہیں۔

❻ ام البنین بنت عیینہ : ان سے عبدالملک پیدا ہوئے۔ انہوں نے بچپن ہی میں وفات پائی۔

❼ رملہ بنت شیبہ : عائشہؓ، ام ابان اور ام عمرو اُن کے بطن سے تولد ہوئیں۔

❽ نائلہ بنت الفرافصہ : شہادت کے وقت موجود تھیں، ان کے بطن سے مریم بنت عثمانؓ پیدا ہوئیں۔

صاحبزادوں سے نامور حضرت ابان ہوئے۔ انہوں نے بنوامیہ کے عہد میں خاصا اعزاز حاصل کیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

besturdubooks.wordpress.com

امیر المؤمنین

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نام، نسب، خاندان

علی نام، ابوالحسن اور ابوتراب کنیت، حیدر (۱) (شیر) لقب والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ پورا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ چونکہ ابوطالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی اس لئے حضرت علیؓ نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

خاندانِ ہاشم کو عرب اور قبیلۂ قریش میں جو وقعت وعظمت حاصل تھی وہ محتاجِ اظہار نہیں۔ خانہ کعبہ کی خدمت اور اس کا اہتمام بنو ہاشم کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا اور اس شرف کے باعث ان کو تمام عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی۔

حضرت علیؓ مرتضیٰ کے والد ابوطالب مکہ کے ذی اثر بزرگ تھے، آنحضرت ﷺ نے ان ہی کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی تھی اور بعثت کے بعد ان ہی کے زیرِ حمایت مکہ کے کفرستان میں دعوتِ حق کا اعلان کیا تھا۔ ابوطالب ہر موقع پر آپ ﷺ کے سینہ پر سپر رہے اور سرورِ کائنات ﷺ کو کفار کے پنجۂ ظلم وستم سے محفوظ رکھا۔ مشرکینِ قریش نے رسول اللہ ﷺ کی پشت پناہی اور حمایت کے باعث ابوطالب اور ان کے خاندان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ ایک گھاٹی میں اس کو محصور کردیا۔ کاروبار اور لین دین بند کردیا، شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کرلئے، کھانا پینا تک بند کردیا۔ غرض ہر طرح پریشان کیا، مگر اس نیک طینت بزرگ نے آخری لمحۂ حیات تک اپنے عزیز بھتیجے کے سر سے دستِ شفقت نہ اُٹھایا۔

آنحضرت ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ ابوطالب کا دل نورِ ایمان سے منور ہوجائے اور انہوں نے اپنی ذات سے دنیا میں مہبطِ وحی (ﷺ) کی جو خدمت وحمایت کی ہے اس کے معاوضہ میں ان کو نعیم فردوس کی ابدی اور لامتناہی دولت حاصل ہو، اس لئے ابوطالب کی وفات کے وقت

---

❶ صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۂ ذی قرد وغیرہا

besturdubooks.wordpress.com

نہایت اصرار کے ساتھ کلمۂ توحید کی دعوت دی۔ ابو طالب نے کہا، عزیز بھتیجے! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو نہایت خوشی سے تمہاری دعوت قبول کر لیتا(۱)۔ سیرت ابن ہشام میں حضرت عباسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ نزع کی حالت میں کلمۂ توحید ان کی زبان پر تھا، مگر یہ روایت کمزور ہے۔ بہر حال ابو طالب نے گو اعلانیہ اسلام قبول نہیں کیا، تاہم انہوں نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کی جس طرح پرورش و پرداخت کی اور کفار کے مقابلہ میں جس ثبات اور استقلال کے ساتھ آپ کی نصرت وحمایت کا فرض انجام دیا، اس کے لحاظ سے اسلام کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ شکر گزاری اور احسان مندی کے ساتھ لیا جائے گا۔

حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد نے بھی حضرت آمنہؓ کے اس یتیم معصوم کی ماں کی طرح شفقت ومحبت سے پرورش کی۔ مستند روایات کے مطابق وہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ گئیں، ان کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے کفن میں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک کیا۔ لوگوں نے اس عنایت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ اسی نیک سیرت خاتون کا ممنونِ احسان ہوں (۲)۔

حضرت علیؓ آپ کی بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے، ابو طالب نہایت کثیر العیال اور معاش کی تنگی سے نہایت پریشان تھے۔ قحط وخشک سالی نے اس مصیبت میں اور بھی اضافہ کر دیا، اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے محبوب چچا کی عسرت سے متاثر ہو کر حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہم کو اس مصیبت و پریشان حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حسبِ ارشاد جعفر کی کفالت اپنے ذمہ لی اور سرورِ کائنات ﷺ کی نگاہِ انتخاب نے علیؓ کو پسند کیا۔ چنانچہ وہ اس وقت سے برابر حضور پرنور ﷺ کے ساتھ رہے (۳)۔

اسلام

حضرت علیؓ کا سن ابھی صرف دس سال کا ہوا تھا کہ ان کے شفیق مربی کو دربارِ خداوندی سے نبوت کا خلعت عطا ہوا۔ چونکہ حضرت علیؓ آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے اس لئے ان کو اسلام کے مذہبی مناظر سب سے پہلے نظر آئے۔ چنانچہ ایک روز آنحضرت ﷺ اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مصروفِ عبادت دیکھا۔ اس مؤثر نظارہ نے اثر کیا۔ طفلانہ استعجاب کے ساتھ پوچھا، آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ سرورِ کائنات ﷺ نے نبوت کے منصبِ گرامی کی خبر دی اور کفر وشرک کی مذمت کر کے توحید کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ کے کان ایسی باتوں سے آشنا نہ تھے۔ متحیر ہو کر عرض کی، اپنے والد ابو طالب سے دریافت کروں اس کے متعلق؟ چونکہ سرورِ کائنات

---

❶ سیرتِ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۸ ❷ ترجمہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷ ❸ زرقانی ج ۱ ص ۲۸۰

besturdubooks.wordpress.com

ﷺ کو ابھی اعلانِ عام منظور نہ تھا، اس لئے فرمایا کہ اگر تمہیں تامل ہے تو خود غور کرو، لیکن کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا۔ آنحضرت کی پرورش سے فطرت سنور چکی تھی، توفیق الٰہی شامل ہوئی، اس لئے زیادہ غور و فکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور دوسرے ہی دن بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے کون ایمان لایا، بعض روایات سے حضرت ابوبکرؓ کی، بعض سے حضرت علیؓ کی اولیت ظاہر ہوتی ہے، اور بعضوں کے خیال میں حضرت زید بن حارثہؓ کا ایمان سب پر مقدم ہے، لیکن محققین نے ان مختلف احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ عورتوں میں، حضرت ابوبکرؓ صدیق مردوں میں، حضرت زید بن حارثہؓ غلاموں میں اور حضرت علیؓ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

مکہ کی زندگی

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علیؓ کی زندگی کے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر ہوئے، چونکہ وہ رات دن سرورِ کائنات ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے مشورہ کی مجلسوں میں تعلیم و ارشاد کے مجمعوں میں، کفار و مشرکین کے مباحثوں میں اور معبودِ حقیقی کی پرستش و عبادت کے موقعوں پر، غرض ہر قسم کی صحبتوں میں شریک رہے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے سرزمینِ مکہ میں مسلمانوں کے لئے اعلانیہ خدا کا نام لینا اور اس کی عبادت و پرستش کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ آنحضرت ﷺ چھپ چھپ کر اپنے معبودِ حقیقی کی پرستش فرماتے۔ حضرت علیؓ بھی ان عبادتوں میں شریک ہوتے۔ ایک دفعہ وادیٔ نخلہ میں حسبِ معمول مصروفِ عبادت تھے کہ اتفاق سے اس طرف ابو طالب کا گزر ہوا۔ اپنے معصوم بھتیجے اور نیک بخت بیٹے کو مصروفِ عبادت دیکھ کر پوچھا کیا کرتے ہو؟ آنحضرت ﷺ نے کلمۂ حق کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ اس میں کوئی ہرج نہیں لیکن مجھ سے نہیں ہوسکتا (۱)۔

ایام حج میں مکہ کی سرزمین قبائلِ عرب کا مرجع بن جاتی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکرؓ صدیق کو ہمراہ لے کر عام مجمعوں میں تشریف لے جاتے تھے اور تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرتے تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ اگرچہ اپنی طفولیت کے باعث کوئی اہم خدمت انجام دینے کے قابل نہ تھے، تاہم کبھی کبھی ساتھ ہوتے تھے (۲)۔ کبھی کبھی تو آپ کے ساتھ خانۂ کعبہ تشریف لے جاتے اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر عیب دار کر دیتے تھے (۳)۔

---

❶ اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؓ ❷ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۹ ❸ مسند ابن حنبل ج ا ص ۸۴

besturdubooks.wordpress.com

انتظامِ دعوت

منصب نبوت عطا ہوئے کے بعد آنحضرت ﷺ نے تین برس تک اعلانیہ دعوتِ اسلام کی صدا بلند نہیں فرمائی۔ بلکہ پوشیدہ طریقہ پر خاص خاص لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہے۔ چوتھے سال کے اعلانِ عام اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں اس کی تبلیغ کا حکم ہوا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اپنے قریبی اعزہ کو (عذابِ الٰہی) سے ڈراؤ

سرورِ کائنات ﷺ نے اس حکم کے موافق کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوتِ اسلام کی صدا بلند کی لیکن مدت کا زنگ ایک دن کے صیقل سے نہیں دور ہوسکتا تھا۔ ابولہب نے کہا تبالک اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ پھر اپنے خاندان میں تبلیغ اسلام کی کوشش فرمائی اور حضرت علیؓ کو انتظام دعوت کی خدمت پر مامور کیا۔

حضرت علیؓ کی عمر اس وقت مشکل سے چودہ پندرہ برس کی تھی لیکن انہوں نے اس کمسنی کے باوجود نہایت اچھا انتظام کیا۔ دستر خوان پر بکرے کے پائے اور دودھ تھا۔ دعوت میں کل خاندان شریک تھا جن کی تعداد چالیس تھی، حضرت حمزہؓ، عباسؓ، ابولہب اور ابو طالب بھی شرکاء میں تھے۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت ﷺ نے اُٹھ کر فرمایا: ''یا بنی عبد المطلب! خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار ہوگا؟'' اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف شیرِ خدا علی مرتضٰی کی آواز بلند ہوئی کہ ''گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوبِ چشم کا عارضہ ہے، اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم میں آپ کا یاور اور دست و بازو بنوں گا۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اچھا تم بیٹھ جاؤ، اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا، لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت علیؓ پھر اُٹھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھا دیا۔ یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بارِ گراں کا اٹھانا کسی نے قبول نہیں کیا تو اس مرتبہ بھی حضرت علیؓ نے جاں بازی کے لہجے میں انہی الفاظ کا اعادہ کیا تو ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ کہ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔'' (۲)

ہجرت

بعثت کے بعد تقریباً تیرہ برس تک رسول اللہ ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں اسلام کی صدا بلند کرتے رہے، لیکن مشرکین قریش نے اس کا جواب محض بغض و عناد سے دیا اور آپ ﷺ کے فدائیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو اسیر پنجۂ ستم دیکھ کر

❶ طبری ص ۱۱۷۲ یہ روایت مسند ابن حنبل میں بھی بالاختصار مذکور ہے۔ دیکھو جلد ا ص ۱۵۵

besturdubooks.wordpress.com

آہستہ آہستہ ان سب کو مدینہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ چند نفوسِ قدسیہ کے علاوہ مکہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا۔ اس ہجرت سے مشرکین کے اندیشہ ہوا کہ اب مسلمان ہمارے قبضہ اقتدار سے باہر ہو گئے ہیں، اسلئے بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی قوت مضبوط کر کے ہم سے انتقام لیں۔ اس خطرہ نے ان کو خود رسولِ مقبول ﷺ کی جان کا دشمن بنا دیا۔ چنانچہ ایک روز مشورہ کر کے وہ رات کے وقت کاشانۂ نبوت کی طرف چلے کہ مکہ چھوڑنے سے پہلے ذاتِ اقدس ﷺ کو دنیا سے رخصت کر دیں، لیکن مشیتِ الٰہی تو یہ تھی کہ ایک دفعہ تمام عالم حقانیت کے نور سے پُر نور اور توحید کی روشنی سے شرک کی ظلمت کافور ہو جائے۔ اس مقصد کی تکمیل سے پہلے آفتابِ رسالت کس طرح غروب ہو سکتا تھا۔ اسلئے وحی الٰہی نے آنحضرت ﷺ کو مشرکین کے ارادوں کی اطلاع دیدی اور ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا، سرورِ کائنات ﷺ نے اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو، حضرت علیؓ مرتضٰی کو اپنے فرشِ اطہر پر استراحت کا حکم دیا اور خود حضرت ابو بکرؓ صدیق کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

فدویت و جان نثاری کا ایک عدیم المثال کارنامہ

حضرت علیؓ کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ بائیس تیئس برس کی تھی، اس عنفوانِ شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لئے پیش کرنا فدویت و جاں نثاری کا عدیم المثال کارنامہ ہے۔ رات بھر مشرکین کا محاصرہ قائم رہا اور اس خطرہ کی حالت میں یہ نوجوان نہایت سکون واطمینان کے ساتھ محوِ خواب رہا۔ غرض تمام رات مشرکینِ قریش اس دھوکہ میں رہے کہ خود سرورِ کائنات ﷺ ہی استراحت فرما ہیں۔ صبح ہوتے ہی اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے، لیکن یہاں یہ دیکھ کر وہ متحیر رہ گئے کہ شہنشاہِ دو عالم ﷺ کے بجائے آپ کا ایک جاں نثار اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سر بکف سو رہا ہے۔ مشرکین اپنی اس غفلت پر سخت برہم ہوئے اور حضرت علیؓ کو چھوڑ کر اصل مقصود کی تلاش و جستجو میں روانہ ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت کے تشریف لے جانے کے بعد دو یا تین دن تک مکہ میں مقیم رہے اور آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق جن لوگوں سے آپ کا کاروبار اور لین دین تھا، اُن کے معاملات سے فراغت حاصل کی اور تیسرے یا چوتھے دن وطن کو خیر باد کہہ کر عازمِ مدینہ ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت سرورِ کائنات ﷺ، حضرت کلثومؓ بن ہدم کے مہمان تھے اس لئے حضرت علیؓ بھی انہی کے مکان میں جا کر فروکش ہوئے (۱)۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مہاجرین میں باہم بھائی چارہ کرایا تو حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا (۲)۔

---

❶ ابن سعد تذکرہ علیؓ ص ۱۳ ❷ ایضاً ص ۱۴

besturdubooks.wordpress.com

تعمیر مسجد

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس و مجبور نہ تھا بلکہ آزادی و حریت کی سرزمین میں تھا جہاں ہر شخص اعلانیہ خدائے واحد کی پرستش کر سکتا اور احکامِ شرعیہ نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کر سکتا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینہ سرورِ کائنات کو ایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے اس کی بنیاد رکھی اور اپنے رفقاء کے ساتھ خود اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ تمام صحابہ جوش کے ساتھ شریک کار تھے۔ حضرت علیؓ اینٹ اور گارہ لا لا کر دیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے(۱)۔

لایستوی من یعمر المساجد یدائب فیه قائماً و قاعداً و من یری عن الغبار حائدا	جو مسجد تعمیر کرتا کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کے باعث اس کام سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔

❶ زرقانی ج ۱ ص ۴۲۶

besturdubooks.wordpress.com

غزوات ودیگر حالت

غزوۂ بدر

سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوۂ بدر ہے، اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ اپنے تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علم تھے، ان میں سے ایک حیدرِ کرار کے ہاتھ میں تھا۔ جب رزمگاہِ بدر کے قریب پہنچے تو سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت علیؓ کو چند منتخب جان بازوں کے ساتھ غنیم کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر اہم مقاموں پر قبضہ کرلیا، سترہویں رمضان جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی۔ قاعدہ کے موافق پہلے تنہا مقابلہ ہوا۔ سب سے پہلے قریش کی صف سے تین نامی بہادر نکل کر مسلمانوں سے مبازرطلب ہوئے۔ تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے۔ قریش کے بہادروں نے ان کا نام ونسب پوچھا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یثرب کے نوجوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کردیا اور آنحضرت ﷺ کو پکار کر کہا کہ اے محمد! ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر کے آدمی بھیجو۔ اس وقت آنحضرت نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لئے۔ حمزہؓ، علیؓ، اور عبیدہؓ، تینوں اپنے حریفوں کے لئے میدان میں آئے۔ حضرت علیؓ نے اپنے حریف، ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کردیا۔ اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہؓ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کیا۔ مشرکین نے طیش میں آکر عام حملہ کردیا۔ یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر کے ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہوگئی۔ شیرِ خدا نے صفوں کی صفیں الٹ دیں اور ذوالفقارِ حیدری نے بجلی کی طرح چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمنِ ہستی کو جلادیا۔ مشرکین کے پاؤں اُکھڑ گئے اور مسلمان مظفر ومنصور بے شمار مالِ غنیمت اور تقریباً ستر (۷۰) قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ مالِ غنیمت میں سے آپ کو ایک زرہ ایک اونٹ اور ایک تلوار ملی (۱)۔

حضرت فاطمہؓ سے نکاح

اسی سال یعنی سنہ ۲ھ میں حضرت سرورِ کائنات ﷺ نے ان کا دامادی کا شرف بخشا۔ یعنی اپنی

---

❶ دیکھو سیرت ابن ہشام غزوہ بدر

besturdubooks.wordpress.com

محبوب ترین صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہراؓ سے نکاح کردیا۔

حضرت فاطمہؓ سے عقد کی درخواست سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے کی تھی۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے خواہش کی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا، تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ بولے ایک گھوڑے اور ایک ذرہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑا تو لڑائی کے لئے ہے البتہ زرہ کو فروخت کردو۔ حضرت علیؓ نے اس کو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ چار سو اسی درہم میں بیچا اور قیمت لاکر آنحضرت کے سامنے پیش کی۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو خرید لائیں اور خود نکاح پڑھایا اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا دی (۱)۔

رخصتی

نکاح کے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد باقاعدہ رخصتی ہوئی۔ اس وقت تک حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے جب رخصتی کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ ایک مکان کرایہ پر لےلو۔ چنانچہ حارث بن النعمان کا مکان ملا اور حضرت علیؓ اور ملکۂ جنت کو رخصت کراکے اس میں لے آئے (۲)۔

جہیز

حضرت سیدہ زہراؓ کو اپنے گھر سے جو جہیز ملا تھا اس کی کل کائنات یہ تھی، ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہی چیزیں حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک ان کی رفیق رہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس میں کوئی اضافہ نہ کرسکے۔

دعوتِ ولیمہ

حضرت علیؓ کی زندگی نہایت فقیرانہ وزاہدانہ تھی۔ خود رسول اللہ کے ساتھ رہتے تھے۔ ذاتی ملکیت میں صرف ایک اونٹ تھا جس کے ذریعہ سے اذخر (ایک قسم کی گھاس) کی تجارت کرکے دعوتِ ولیمہ کے لئے کچھ رقم جمع کرنے کا ارادہ تھا، لیکن حضرت حمزہؓ نے حالتِ نشہ میں (۳) اس اونٹ کو ذبح کرکے کباب تیار بنا دیا۔ اس لئے اب اقلیم زہد کے تاجدار کے پاس اس رقم کے سوا جو زرہ کی قیمت میں سے مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہی تھی اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ اسی سے دعوتِ ولیمہ کا سامان کیا جس میں کھجور، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربہ تھا، لیکن یہ اس زمانے کے لحاظ سے پرتکلف ولیمہ تھا۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بہتر ولیمہ نہیں ہوا (۴)

---

❶ زرقانی ج ۲ ص ۴ ❷ اصابہ ج ۸ ص ۱۵۸

❸ اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی، بخاری میں مفصل واقعہ مذکور ہے۔ ❹ زرقانی ج ۲ ص ۸

besturdubooks.wordpress.com

غزوۂ اُحد

۳ھ میں اُحد کا معرکہ پیش آیا۔ شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی اور پہلے مسلمانوں نے قلت تعداد کے باوجود غنیم کو بھگا دیا لیکن عقب کے محافظ تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ مشرکین پیچھے سے یکا یک ٹوٹ پڑے۔ اس ناگہانی حملے سے مسلمانوں کے اوسان جاتے رہے۔ اسی حالت میں سرورِ کائنات ﷺ کو چشم زخم پہنچا، دندانِ مبارک شہید ہوئے اور آپ ایک خندق میں گر پڑے (۱)۔ مشرکین اُدھر بڑھے لیکن حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کو آپ کے پاس جانے سے روکا اور اسی میں لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ اس کے بعد حیدر کرارؓ نے بڑھ کر علم سنبھالا اور بے جگری کے ساتھ دادِ شجاعت دی۔ مشرکین کے علمبردار، ابوسعد بن ابی طلحہ نے مقابلہ کے لئے للکارا۔ شیرِ خدا نے بڑھ کر ایسا ہاتھ مارا کہ فرشِ خاک پر تڑپنے لگا اور بدحواسی کے عالم میں برہنہ ہوگیا۔ حضرت علیؓ کو اس کی بدحواسی اور بے بسی پر رحم آگیا اور زندہ چھوڑ کر واپس آئے۔

مشرکین کا زور کم ہوا تو حضرت علیؓ چند صحابہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو پہاڑ پر لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے زخم دھویا اور حضرت علیؓ نے ڈھال میں پانی بھر بھر کر گرایا، اس سے خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے زخم کا منہ بند کیا۔

بنونضیر

غزوۂ اُحد کے بعد سنہ ۴ھ میں بنونضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث جلاوطن کیا گیا۔ حضرت علیؓ اس میں بھی پیش پیش تھے اور علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔

غزوۂ خندق

۵ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا اس میں کفار کبھی کبھی خندق میں گھس گھس کر حملہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ سواروں نے حملہ کیا۔ حضرت علیؓ نے چند جانبازوں کے ساتھ بڑھ کر روکا۔ سواروں کے سردار عمرو بن عبدود نے کسی کو تنہا مقابلہ کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ نے اپنے کو پیش کیا۔ اُس نے کہا میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ شیر خدا نے کہا، لیکن میں تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں، وہ برہم ہو کر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور مقابلہ میں آیا۔ تھوڑی دیر تک شجاعانہ مقابلہ کے بعد ذوالفقارِ حیدری نے اس کو واصل جہنم کیا۔ اس کا مقتول ہونا تھا کہ باقی سوار بھاگ کھڑے ہوئے (۲)۔ کفار بہت دن تک خندق کا محاصرہ کئے رہے، لیکن بالآخر مسلمانوں کی اس پامردی اور استقلال کے آگے اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور یہ معرکہ بھی مجاہدین کرام کے ہاتھ رہا۔

---

❶ بخاری باب غزوۂ اُحد ❷ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۹۸

besturdubooks.wordpress.com

بنوقریظہ

بنوقریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود اُن کے مقابلہ میں قریش کا ساتھ دیا اور تمام قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا تھا۔ اس لئے غزوۂ خندق سے فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف توجہ کی۔ اس مہم میں بھی علم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد کے مطابق قلعہ پر قبضہ کر کے اس کے صحن میں عصر کی نماز ادا کی۔

بنوسعد کی سرکوبی

۶ھ میں آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ بنوسعد یہود خیبر کی اعانت کیلئے مجتمع ہو رہے ہیں، اسلئے حضرت علیؓ کو ایک سو (۱۰۰) کی جمعیت کے ساتھ ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ انہوں نے ماہِ شعبان میں حملہ کر کے بنوسعد کو منتشر کر دیا اور پانچ سو اُونٹ اور دو ہزار بکریاں مالِ غنیمت میں لائے۔

صلح حدیبیہ

اسی سال یعنی سنہ ۶ ھ میں رسول اللہ ﷺ نے تقریباً چودہ ہزار صحابہ کرامؓ کے ساتھ زیارتِ کعبہ کا ارادہ فرمایا۔ مقام حدیبیہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ مزاحمت کریں گے۔ حضرت عثمانؓ گفتگو کے لئے سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ مشرکین نے ان کو روک لیا۔ یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے، اس لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے انتقام کے لئے مسلمانوں سے بیعت لی۔ حضرت علیؓ بھی اس بیعت میں شریک تھے۔ بعد کو جب یہ معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر غلط تھی تو مسلمانوں کا جوش کسی قدر کم ہوا۔ اور طرفین نے مصالحت پر رضامندی ظاہر کی۔ حضرت علیؓ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم ہوا۔ انہوں نے حسبِ دستور ھذا ما قاضی علیه محمد رسول اللہ ﷺ کی عبارت سے عہد نامہ کی ابتداء کی۔ مشرکین نے ''رسول اللہ'' کے لفظ پر اعتراض کیا کہ ہم کو رسول اللہ ہونا تسلیم ہوتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا؟ سرورِ کائنات ﷺ نے اس لفظ کو مٹا دینے کا حکم دیا، لیکن حضرت علیؓ کی غیرت نے گوارہ نہ کیا اور عرض کی، خدا کی قسم! میں اس کو نہیں مٹا سکتا، اس لئے آنحضرت ﷺ نے خود دستِ مبارک سے اس کو مٹا دیا۔ اس کے بعد معاہدۂ صلح لکھا گیا اور آنحضرت زیارت کا ارادہ ملتوی کر کے مدینہ واپس تشریف لائے (۱)۔

فتح خیبر

۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے، جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اس کی تسخیر پر مامور ہوئے

❶ بخاری کتاب الصلح زرقانی باب غزوۂ حدیبیہ

besturdubooks.wordpress.com

لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کل ایک ایسے بہادر کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھ سے مقدر ہے۔ صبح ہوئی تو ہر شخص متمنی تھا کہ کاش اس فخر وشرف کا تاج اس کے سر پر ہوتا، لیکن یہ دولت گرانمایہ حیدر کرارؓ کے لئے مقدر ہو چکی تھی، صبح کو بڑے بڑے جاں نثار اپنے نام سننے کے منتظر تھے کہ دفعتاً آپ ﷺ نے علیؓ کا نام لیا، یہ آواز غیر متوقع تھی۔ کیونکہ حضرت علیؓ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اُن کو بلا کر اُن کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا جس سے یہ شکایت فوراً جاتی رہی (۱)۔

مرحب

اس کے بعد علم مرحمت فرمایا، حضرت علیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں لڑ کر ان کو مسلمان بنالوں؟ فرمایا نہیں بلکہ پہلے اسلام پیش کرو اور ان کو اسلام کے فرائض سے آگاہ کرو کیونکہ تمہاری کوشش سے ایک شخص بھی مسلمان ہوگیا تو وہ تمہارے لئے بڑی بڑی نعمت سے بہتر ہے (۲)۔ لیکن یہودیوں کی قسمت میں اسلام کی عزت کے بجائے شکست، ذلت اور رسوائی لکھی تھی، اس لئے انہوں نے آنحضرت کے اس حکم سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا اور ان کا معزز سردار مرحب بڑے جوش وخروش سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا:

قد علمت خیبر انی مرحب — شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں — سلح پوش ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں

اذا لحروب اقبلت تلھب

جب کہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

فاتح خیبر نے اس متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے پڑھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ — کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں جسکا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے — جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراؤنا

اوفیھم بالصاع کیل السدرہ

میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیتا ہوں

اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا (۳)۔ اس کے بعد حیدر کرارؓ نے بڑھ کر حملہ کیا اور حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ اس کو مسخر کر لیا۔

مہم مکہ

رمضان سنہ ۸ھ میں مکہ پر فوج کشی کی تیاریاں شروع ہوئیں، ابھی مجاہدین روانہ نہ ہوئے

---

(۱) بخاری کتاب المغازی غزوۂ خیبر (۲) ایضاً (۳) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۰۳ مطبوعہ مصر باب غزوۂ ذی قرد وغیرہا

besturdubooks.wordpress.com

تھے کہ معلوم ہوا کہ ایک عورت غنیم کو یہاں کے تمام حالات سے مطلع کرنے کے لئے روانہ ہوگئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ، زبیرؓ، اور مقدادؓ کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا۔ یہ تینوں تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوگئے۔ اور خاخ کے باغ میں گرفتار کر کے خط مانگا۔ پہلے اس عورت نے لاعلمی ظاہر کی لیکن جب ان لوگوں نے جامع تلاشی کا ارادہ کیا تو اس نے خط حوالہ کر دیا اور یہ لوگ خط لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب یہ خط پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مشرکین مکہ کے نام بھیجا تھا اور اس میں بعض مخفی حالات کی اطلاع تھی۔ آنحضرت ﷺ نے حاتم بن ابی بلتعہؓ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کی، حضور فرد جرم قرار دینے سے قبل اصل حالات سن لیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھ کو قریش سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، صرف اس کا حلیف ہوں اور مکہ میں دوسرے مہاجرین کی قرابتیں ہیں جو فتح مکہ کے وقت ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے، میں نے اس خیال سے کہ اگر کوئی نازک وقت آئے تو میرے بچے بے یار ومددگار نہ رہ جائیں یہ خط لکھا تھا، حاشا وکلا اس سے مخبری یا اسلام کے ساتھ دشمنی مقصود نہ تھی، آنحضرت ﷺ نے اس عذر کو قبول کیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ انہوں نے سچ بیان کیا ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی آتشِ غضب بھڑک چکی تھی، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بدری ہیں، کیا تم کو معلوم نہیں کہ بدریوں کے تمام گناہ معاف ہیں (۱)۔

غرض آنحضرت ﷺ ۱۰، رمضان سنہ ۸ھ کو مدینہ روانہ ہوئے اور ایک مرتبہ پھر اس محبوب سرزمین پر دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاتحانہ جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوئے، جہاں سے آٹھ سال پہلے بڑی بے کسی کے ساتھ مسلمان نکالے گئے تھے، ایک علم حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا اور وہ جوش کی حالت میں یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:

اليوم يوم الملحة اليوم تستحل الكعبة

آج شدید جنگ کا دن ہے آج حرم میں خونریزی جائز ہے

آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا، نہیں ایسا نہ کہو آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور حضرت علیؓ کو حکم ہوا کہ سعد بن عبادہؓ سے علم لے کر فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوں، چنانچہ وہ کداء کی جانب سے مکہ میں داخل (۲) ہوئے اور مکہ بلا کسی خونریزی کے تسخیر ہوگیا اور وقت آگیا کہ خلیلِ بت شکن کی یادگار (خانہ کعبہ) کو بتوں کی آلائشوں سے پاک کیا جائے جس کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے اس فریضہ کو ادا کیا اور خانہ کعبہ کے گرد جس قدر

---

(۱) بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ فتح (۲) ایضاً

besturdubooks.wordpress.com

بت تھے، سب کو لکڑی سے ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت فرماتے جاتے تھے: جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔ پھر خانہ کعبہ کے اندر سے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی مورتیوں کو الگ کروایا اور تطہیر کعبہ کے بعد اندر داخل ہوئے (۱)۔ لیکن چونکہ اس وحدت کدہ کا گوشہ گوشہ بتوں کی مورتیوں سے اٹا ہوا تھا اس لئے اس اہتمام کے باوجود تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا۔ یہ لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اس لئے بہت بلندی پر تھا، پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے کندھوں پر چڑھ کر اس کے گرانے کی کوشش کی لیکن وہ جسمِ اطہر کا بار نہ سنبھال سکے، اس لئے حضور پُر نور ﷺ نے ان کو شانۂ اقدس پر چڑھا کر اُس کے گرانے کا حکم دیا اور انہوں نے سلاخ سے اکھاڑ کر حسبِ ارشادِ نبوی ﷺ پاش پاش کر ڈالا اور خانۂ کعبہ کی کامل تطہیر ہوگئی (۲)۔

ایک غلطی کی تلافی

فتح مکہ کے بعد آنحضرت نے خالد بن ولیدؓ کو بنو حذیمہ میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے توحید کی دعوت دی، بنو حذیمہ نے اُسے قبول کیا، لیکن اپنی بدویت اور جہالت کے باعث اس کو ادا نہ کرسکے اور اسلمنا یعنی ہم نے اسلام قبول کیا کے بجائے صبانا صبانا یعنی ہم بے دین ہوگئے کہنے لگے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے ان کا منشا سمجھ کر سب کو قید کرلیا اور بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ نے سنا تو نہایت متاثر ہوئے اور حضرت علیؓ کو اس غلطی کی تلافی کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے پہنچ کر تمام قیدیوں کو آزاد کرادیا اور مقتولین کے معاوضہ میں خوں بہادیا (۳)

غزوۂ حنین

فتح مکہ کے بعد اسی سال غزوۂ حنین کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا اور اس میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ لیکن جب وہ مالِ غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہوئے تو شکست خوردہ غنیم نے غافل پاکر پھر اچانک حملہ کردیا۔ مجاہدین اس ناگہانی مصیبت سے ایسے پریشان ہوئے کہ بارہ ہزار نفوس میں سے صرف چند ثابت قدم رہ سکے۔ ان میں ایک حضرت علیؓ بھی تھے۔ آپ نہ صرف پامردی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے۔ بلکہ اپنی غیر معمولی شجاعت سے لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کے

---

(۱) بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ فتح (۲) حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو بہ تفصیل نقل کیا ہے، لیکن فتح مکہ کے بجائے شب ہجرت کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس کے علاوہ دوسرے محدثین اور اربابِ سیر نے فتح مکہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح اور قرین عقل ہے، ہجرت کی ایسی نازک رات میں جبکہ جان خطرہ میں تھی ایسے بڑے اور خطرناک کام کا انجام دینا بعید از قیاس ہے۔ دوسرے مکہ کی زندگی میں بت شکنی کا کوئی واقعہ نہیں ہے۔ (۳) فتح الباری ج ۸ ص ۴۶

besturdubooks.wordpress.com

امیر عسکر پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا اور دوسری طرف جو مجاہدین ثابت قدم رہ گئے تھے وہ اس بے جگری کے ساتھ لڑے کے مسلمانوں کی ابتری اور پریشانی کے باوجود دشمن کو شکست ہوئی (۱)۔

اہل بیت کی حفاظت

۹ھ میں جب آنحضرت نے تبوک کا قصد فرمایا تو حضرت علیؓ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ شیرِ خدا کو شرکتِ جہاد سے محرومی کا غم تو تھا، منافقین کی طعنہ زنی نے اور بھی رنجیدہ کر دیا۔ سرورِ کائنات کو اس حال کا علم ہوا تو ان کا غم دور کرنے کے لئے فرمایا: ''علی! کیا تم اسے پسند کرو گے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہو جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا'' (۲)۔

تبلیغ فرمانِ رسول

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد اسی سال آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔ اسی اثناء میں سورہ برأت نازل ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ اگر یہ سورہ ابوبکرؓ کے ساتھ حج کے موقع پر لوگوں کو سنانے کے لئے بھیجی جاتی تو اچھا ہوتا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے صرف میرے خاندان کا آدمی اس کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ مکہ جا کر اس سورۃ کو سنائیں اور عام اعلان کر دیں کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہو گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور جس کا رسول اللہ کے ساتھ کوئی عہد ہے وہ مدتِ مہینہ تک باقی رہے گا (۳)۔

مہم یمن اور اشاعت اسلام

تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے جو مہمیں روانہ فرمائیں ان میں یمن کی مہم پر حضرت خالد بن ولیدؓ، مامور ہوئے۔ لیکن چھ مہینہ کی مسلسل جدوجہد کے باوجود اشاعتِ اسلام میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس لئے رمضان سنہ ۱۰ھ میں آنحضرت نے حضرت علیؓ کو بلا کر یمن جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! میں ایک ایسی قوم میں بھیجا جاتا ہوں جس میں مجھ سے زیادہ معمر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں۔ ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا میرے لئے نہایت دشوار ہو گا''۔ حضور نے دعا فرمائی: ''اے خدا اس کی زبان کو راست گو بنا اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور کر دے''، اس کے بعد خود اپنے دستِ اقدس سے ان کے فرقِ مبارک پر عمامہ باندھا اور سیاہ علم دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا (۴)۔

---

❶ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۷ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۹ ❷ بخاری کتاب المناقب، مناقب علیؓ
❸ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۴۲، ۳۴۳ ❹ زرقانی ج ۳ ص ۱۲۲

besturdubooks.wordpress.com

حضرت علیؓ کے یمن پہنچتے ہی یہاں کا رنگ بالکل بدل گیا۔ جولوگ حضرت خالدؓ کی چھ مہینہ کی سعی وکوشش سے بھی اسلام کی حقیقت کونہیں سمجھے تھے، وہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کی صرف چند روزہ تعلیم وتلقین سے اسلام کے شیدائی ہو گئے اور قبیلۂ ہمدان مسلمان ہو گیا(۱)۔

حج الوداع میں شرکت

اسی سال یعنی سنہ ۱۰ھ میں آنحضرت ﷺ نے آخری حج کیا۔ حضرت علیؓ بھی یمن سے آکر اس یادگار حج میں شریک ہوئے۔

صدمۂ جانکاہ

حج سے واپسی کے بعد ابتدائے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ بیمار ہوئے۔ حضرت علیؓ نے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ تیمارداری اور خدمت گزاری کا فرض انجام دیا، ایک روز باہر آئے لوگوں نے پوچھا، اب حضور انور ﷺ کا مزاج کیسا ہے؟ حضرت علیؓ نے اطمینان ظاہر کیا۔ حضرت عباسؓ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا، خدا کی قسم! میں موت کے وقت خاندانِ عبدالمطلب کے چہرے پہچانتا ہوں، آؤ چلو رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں کہ ہمارے لئے خلافت کی وصیت کر جائیں۔ حضرت علیؓ نے کہا، ''میں عرض نہیں کروں گا۔ اگر خدا کی قسم! آنحضرت ﷺ نے انکار کر دیا تو پھر آئندہ کوئی اُمید باقی نہیں رہے گی'' (۲)۔ دس روز کی مختصر علالت کے بعد ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت آنحضرت ﷺ نے جان نثاروں کو اپنی مفارقت کا داغ دیا۔ حضرت علیؓ چونکہ رسالتمآب ﷺ کے قریب ترین عزیز تھے اور خاندان کے رکن رکین تھے، اسلئے غسل اور تجہیز وتکفین کے تمام مراسم انہی کے ہاتھ سے انجام پائے (۳)۔ انصار ومہاجرین دروازے کے باہر کھڑے تھے، ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری کو بھی اس میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔

خلیفۂ اوّل کی بیعت، توقف کی وجہ

سقیفۂ بنوساعدہ کی مجلس نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خلافت پر اتفاق کیا اور تقریباً تمام اہل مدینہ نے بیعت کی۔ البتہ صحیح روایات کے مطابق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چھ مہینے تک دیر کی۔ لوگوں نے اس توقف کے عجیب وغریب وجوہ اختراع کر لئے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی سوگوار زندگی نے ان کو بالکل خانہ نشین بنا دیا تھا اور تمام معاملات سے قطع تعلق کر

---

❶ فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۲ ❷ صحیح بخاری باب مرض النبی ﷺ

❸ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۱

besturdubooks.wordpress.com

کے وہ صرف اُن کی تسلی و دلدہی اور قرآن شریف کے جمع کرنے میں مصروف تھے، چنانچہ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا اسوقت انہوں نے خود حضرت ابوبکرؓ سے اُن کے فضل کا اعتراف کیا اور بیعت کر لی (۱)۔

سوا دو برس کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق نے وفات پائی اور حضرت عمرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ حضرت عمرؓ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علیؓ کے مشورے کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علیؓ بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورے دیتے تھے۔ نہاوند کے معرکہ میں اُن کو سپہ سالار بھی بنانا چاہا تھا لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا۔ بیت المقدس گئے تو کاروبارِ خلافت انہی کے ہاتھ میں دے کر گئے (۲)۔ اتحاد و یگانگت کا اخیر مرتبہ یہ تھا کہ باہم رشتۂ مصاہرت قائم ہوگیا۔ یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی اُم کلثومؓ حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئیں۔

فاروق اعظمؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں فتنہ وفساد شروع ہوا تو حضرت علیؓ نے ان کے رفع کرنے کے لئے ان کو نہایت مخلصانہ مشورے دیئے۔ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے اُن سے پوچھا کہ ملک میں موجودہ شورش و ہنگامہ کی حقیقی وجہ اور اس کے رفع کرنے کی صورت کیا ہے؟ انہوں نے نہایت خلوص اور آزادی سے یہ ظاہر کر دیا کہ موجودہ بے چینی تمام تر آپ کے عمال کی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے عمال کے انتخاب میں انہی صفات کو ملحوظ رکھا ہے جو فاروق اعظمؓ کے پیش نظر تھے، پھر اُن سے عام بیزاری کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؟ جناب علی مرتضیٰؓ نے فرمایا ہاں! یہ صحیح ہے لیکن حضرت عمرؓ نے سب کی تکمیل اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی اور گرفت ایسی سخت تھی کہ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بھی بلبلا اُٹھا۔ برخلاف اس کے آپ ضرورت سے زیادہ نرم دل ہیں۔ آپ کے عمال اس نرمی سے فائدہ اُٹھا کر من مانی کارروائیاں کرتے ہیں اور آپ کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی۔ رعایا سمجھتی ہے کہ عمال جو کچھ کرتے ہیں وہ سب دربارِ خلافت کے احکام کی تعمیل ہے، اس طرح تمام بے اعتدالیوں کا ہدف آپ کو بننا پڑا (۳)۔

سب سے آخر میں مصری وفد کا معاملہ پیش آیا، حضرت عثمانؓ نے ان سے اصرار کیا کہ اپنی وساطت سے اس جھگڑے کا تصفیہ کرادیں اور انقلاب پسند جماعت کو راضی کر کے واپس کر دیں، پہلے تو اُنہوں نے انکار کیا لیکن پھر معاملہ کی اہمیت اور حضرت عثمانؓ کے اصرار سے مجبور ہو کر درمیان میں پڑے اور حضرت عثمانؓ سے اصلاحات کا وعدہ لے کر انقلاب پسندوں کو اپنی ذمہ داری پر واپس کر دیا۔ مصری وفد کے ارکان ابھی راہ ہی میں تھے کہ ان کو سرکاری قاصد کی تلاشی سے ایک فرمان ہاتھ آیا جس میں حاکم مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ اس وفد کے تمام شرکاء کو تہ تیغ کر دیا

❶ تاریخ طبری ص ۲۹۳۸ ❶ طبری فتح المقدس ❷ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۶ ❸ بخاری غزوۂ خیبر

besturdubooks.wordpress.com

جائے۔ مصری اس غداری سے غضبناک ہو کر پھر مدینہ واپس آئے اور حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ایک طرف تو آپ نے ہم کو اصلاحات کا اطمینان دلا کر واپس کیا اور دوسری طرف سے دربارِ خلافت کا یہ غدارانہ فرمان جاری ہوا۔ حضرت علیؓ نے فرمان دیکھا تو سخت متعجب ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے پاس جا کر اس کی حقیقت دریافت کی۔ انہوں نے اس سے حیرت کے ساتھ لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھے بھی آپ سے ایسی توقع نہیں ہو سکتی تھی لیکن اب میں آئندہ کسی معاملہ میں نہ پڑوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بالکل عزلت نشین ہو گئے۔

مصریوں نے جوشِ انتقام میں نہایت سختی کے ساتھ کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کر لیا اور آخر میں یہاں تک شدت اختیار کی کہ آب و دانہ سے بھی محروم کر دیا۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو عزلت گزینی اور خلوت نشینی کے باوجود محاصرہ کرنے والوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جس قسم کا محاصرہ قائم کیا ہے وہ نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ کفار بھی مسلمانوں کو قید کر لیتے ہیں تو آب و دانہ سے محروم نہیں کرتے۔ اس شخص نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے جو ایسی سختی روا رکھتے ہو؟ محاصرین نے حضرت علیؓ کی سفارش کی کچھ پرواہ نہ کی اور محاصرہ میں سہولت پیدا کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ غصہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس چلے آئے (۱)

محاصرہ اگرچہ نہایت سخت تھا تاہم حضرت علیؓ کو اس کا وہم بھی نہ تھا کہ یہ معاملہ اس قدر طول کھینچے گا کہ شہادت تک نوبت پہنچے گی۔ وہ سمجھے کہ جس طرح حقوق طلبی کے متواتر مظاہرے ہوتے رہے ہیں، یہ بھی اسی قسم کا ایک سخت مظاہرہ ہے۔ تاہم اپنے دونوں صاحبزادوں کو احتیاطاً حفاظت کے لئے بھیج دیا، جنہوں نے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ مدافعت کی، یہاں تک کہ اسی کشمکش میں زخمی ہوئے لیکن کثیر التعداد مفسدین کا روکنا آسان نہ تھا، وہ دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس آئے اور خلیفۂ وقت کو شہید کر ڈالا۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو اس سانحۂ جانکاہ پر حد درجہ متاسف ہوئے اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے، ان پر سخت ناراضگی ظاہر کی۔ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو مارا۔ محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو برا بھلا کہا کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔

بیعتِ خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسندِ خلافت خالی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس منصب کے قبول کرنے کے لئے سخت اصرار کیا۔ انہوں نے پہلے اس بارِ گراں کے اٹھانے سے انکار کر دیا، لیکن آخر میں مہاجرین و انصار کے اصرار سے

(۱) ابن اثیر جلد۳ ص ۱۲۹

besturdubooks.wordpress.com

مجبور ہوکر اٹھانا پڑا(۱)۔اور اس واقعہ کے تیسرے دن ۲۱، ذی الحجہ دوشنبہ کے دن مسجد نبوی ﷺ میں جناب علی مرتضیٰؓ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئی۔

مسند نشینِ خلافت ہونے کے بعد سب سے پہلے کام حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ چلانا اور اُن کو سزا دینا تھا، لیکن دقت یہ تھی کہ شہادت کے وقت صرف اُن کی بیوی نائلہ بنت الفرافصہ موجود تھیں جو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں کہ محمد بن ابی بکرؓ دو آدمیوں کے ساتھ جن کو وہ پہلے سے پہچانتی نہ تھیں، اندر آئے۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ کو پکڑا تو انہوں نے قسم کھا کر اپنی برأت ظاہر کی کہ وہ قتل کے ارادے سے ضرور داخل ہوئے تھے لیکن حضرت عثمانؓ کے جملہ سے محجوب ہو کر پیچھے ہٹ آئے۔ البتہ ان دونوں نابکاروں نے بڑھ کر حملہ کیا جن کو وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کون تھے؟ حضرت نائلہؓ نے بھی اس بیان کی تصدیق کی کہ محمد بن ابی بکرؓ شریک نہ تھے۔ غرض تحقیق و تفتیش کے باوجود قاتلوں کا پتہ نہ تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں قاتلوں کے مختلف نام مذکور ہیں۔ لیکن شہادت کی قانونی حیثیت سے وہ مجرم ثابت نہیں ہوتے اس لئے مجرموں کا کوئی پتہ نہ چلا اور حضرت علیؓ اس وقت کوئی کارروائی نہ کر سکے۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حضرت علیؓ کے نزدیک اس انقلاب کا اصلی سبب عمال کی بے اعتدالیاں تھیں اور بڑی حد تک یہ صحیح بھی ہے اس لئے آپ نے تمام عثمانی عمال کو معزول کر کے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا عامل مقرر کیا، عمارہ بن حسان کو کوفہ کی حکومت سپرد کی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یمن کی ولایت پر مامور کیا اور سہل کو حکومت شام کا فرمان دے کر روانہ کیا۔ سہل تبوک کے قریب پہنچے تو امیر معاویہؓ کے سوار مزاحم ہوئے اور ان کو مدینہ جانے پر مجبور کیا۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا کہ ان کی خلافت جھگڑوں سے پاک نہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو لکھا کہ مہاجرین وانصار نے اتفاق عام کے ساتھ میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اس لئے یا تو میری اطاعت کرو یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ امیر معاویہؓ نے اپنے خاص قاصد کی معرفت جواب بھیجا اور خط میں صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد مکتوب الیہ کا اور اپنا نام لکھا۔ قاصد نہایت طرار اور زبان آور تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا صاحبو! میں نے شام میں پچاس ہزار شیوخ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ عثمانؓ کی خون آلود قمیص پر ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہیں اور انہوں نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک اس خونِ ناحق کا قصاص نہیں لیں گے، اس وقت تک ان کی تلواریں بے نیام رہیں۔ قاصد یہ کہہ چکا تو حضرت علیؓ کی جماعت میں سے خالد بن زفر عبسی نے اس کے جواب میں کہا ''تمہارا برا ہو! کیا تم مہاجرین وانصار کو شامیوں

---
❶ طبری ص ۳۰۱۰

besturdubooks.wordpress.com

سے ڈراتے ہو؟ خدا کی قسم! نہ تو قمیص عثمانؓ قمیص یوسفؑ ہے اور نہ معاویہؓ کو یعقوبؑ کی طرح غم ہے۔ اگر شام میں اس قدر اس کو اہمیت دی گئی ہے تو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اہل عراق اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

حضرت عائشہؓ کی قصاص پر آمادگی

امیر معاویہؓ کے مناقشات کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا کہ دوسرا قضیۂ نامرضیہ پیدا ہوگیا۔ یعنی حضرت عائشہؓ مکہ سے مدینہ واپس ہورہی تھیں، راستہ میں ان کے ایک عزیز ملے، ان سے حالات دریافت کیئے تو معلوم ہوا کہ عثمانؓ شہید کردیئے گئے اور علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے لیکن ہنوز فتنہ کی گرم بازاری ہے۔ یہ خبر سن کر پھر مکہ واپس ہوگئیں، لوگوں نے واپسی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ عثمانؓ مظلوم شہید کردیئے گئے اور فتنہ دبتا ہوا نظر نہیں آتا، اس لئے تم لوگ خلیفۂ مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ(۱)۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ میں فتنہ وفساد کے آثار دیکھ کر حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی حضرت علیؓ سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے تھے، حضرت عائشہؓ نے ان سے بھی وہاں کے حالات دریافت کیئے۔ انہوں نے بھی شور وغوغہ کی داستان سنائی۔ اُن کے بیان سے حضرت عائشہؓ کے ارادوں میں اور تقویت ہوگئی اور انہوں نے خلیفۂ مظلوم کے قصاص کی دعوت شروع کردی۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعات کی ترتیب اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعض سیاسی تسامح نے عام طور پر ملک میں بدنظمی پیدا کردی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ نہ چلنا ان کے اعداء کو اپنا معاون وانصار بنانا اور مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ تمام عمال کو برطرف کردینا لوگوں کو بدظن کردینے کے لئے کافی تھا، انہی بدگمانیوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو بھی حضرت عثمانؓ کے قصاص پر آمادہ کردیا، چنانچہ قصاص کی تیاریاں شروع ہوگئیں، عبداللہ بن عامر حضرمی والیٔ مکہ مروان بن حکم سعید بن العاص اور دوسرے بنی امیہ نے جو مدینہ سے مفرور ہوکر مکہ میں پناہ گزین تھے، نہایت جوش کے ساتھ اس تحریک کو پھیلایا اور ایک معتد بہ جمعیت فراہم کرکے روانہ ہوئے کہ پہلے بیت المال پر قبضہ کرکے مالی مشکلات میں سہولت پیدا کریں۔ پھر بصرہ، کوفہ اور عراق کی دوسری نوآبادیوں میں اس تحریک کی اشاعت کرکے لوگوں کو اپنا ہم آہنگ بنائیں۔

سفرِ عراق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکہ کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا تو آپ نے بھی اس خیال سے عراق کا قصد کیا کہ وہاں مخالفین سے پہلے پہنچ کر بیت المال کی حفاظت کا انتظام کریں اور اہل عراق

(۱) طبری ص ۳۰۹۸

besturdubooks.wordpress.com

کو وفاداری کا سبق دیں۔ انصارِ کرام کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور حضرت عقبہ بن عامرؓ نے جو بڑے پایہ کے صحابی اور غزوۂ بدر میں سرورِ کائنات ﷺ کے ہمرکاب رہ چکے تھے، انصار کی جانب سے گذارش کی کہ دارالخلافہ کو چھوڑ کر جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ عمر فاروقؓ کے عہد میں بڑی بڑی جنگیں پیش آئیں، لیکن انہوں نے کبھی مدینہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔ اگر اُس وقت خالدؓ، ابوعبیدہؓ، سعد وقاصؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ نے شام وایران کو تہ بالا کر دیا تھا تو اس وقت بھی ایسے جانبازوں کی کمی نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، یہ صحیح ہے لیکن عراق پر مخالفین کے تسلط سے نہایت دشواری پیش آئے گی، وہ اس وقت مسلمانوں کی بہت بڑی نوآبادی ہے، وہاں کے بیت المال بھی مال وزر سے پُر ہیں، اس لئے میرا وہاں موجود رہنا نہایت ضروری ہے اور مدینہ میں عام منادی کرادی کہ لوگ سفرِ عراق کے لئے تیار ہو جائیں۔ چند محتاط صحابہ کے سوا تقریباً اہل مدینہ ہمرکاب ہوئے۔ ذی قار پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ سبقت کر کے بصرہ پہنچ گئے ہیں اور بنوسعد کے علاوہ تقریباً تمام بصرہ والوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت امام حسنؓ کا سفرِ کوفہ

یہ سن کر حضرت علیؓ نے ذی قار میں قیام کیا اور حضرت امام حسنؓ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ روانہ کیا کہ لوگوں کو مرکزِ خلافت کی اعانت پر آمادہ کریں۔ حضرت امام حسنؓ جس وقت کوفہ پہنچے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ والی کوفہ مسجد میں ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے جس فتنہ کا خوف دلایا وہ اب سر پر ہے، اس لئے ہتھیار بے کار کر دو اور بالکل عزلت نشین ہو جاؤ' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ فتنہ وفساد کے وقت سونے والا بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے، اس اثناء میں حضرت امام حسنؓ مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا، تم بھی ہماری مسجد میں سے نکلو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔

اس کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو امیر المؤمنین کی مساعدت پر آمادہ کیا۔ حجر بن عدی کندی نے جو کوفہ کے نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے، حضرت امام حسنؓ کی تائید کی اور کہا صاحبو! امیر المؤمنین نے خود اپنے صاحبزادہ کو بھیج کر تمہیں دعوت دی ہے، اس دعوت کو قبول کرو اور علم حیدری کے نیچے مجتمع ہو کر فتنہ وفساد کی آگ سرد کر دو میں خود سب سے پہلے چلنے کو تیار ہوں۔

غرض حضرت امام حسنؓ اور حجر بن عدی کی تقریروں نے لوگوں کو حضرت علیؓ کی اعانت پر آمادہ کر دیا اور ہر طرف سے امیر المؤمنین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی صدائیں بلند ہوئیں اور دوسرے ہی دن صبح کے وقت تقریباً ساڑھے نو ہزار جانبازوں کی ایک جماعت مسلح ہو کر حضرت

besturdubooks.wordpress.com

امام حسنؓ کے ساتھ روانہ ہوئی اور مقام ذی قار میں امیر المؤمنین کی فوج سے مل گئی۔ جناب امیرؓ نے اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دے کر بصرہ کا رُخ کیا۔ اس وقت بصرہ کا یہ حال تھا کہ وہ تین گروہوں میں منقسم تھا، ایک خاموش اور غیر جانبدار تھا، دوسرا حضرت علیؓ کا طرف دار تھا اور تیسرا حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ کا حامی، خانہ جنگی کی یہ تیاریاں دیکھ کر پہلی جماعت نے مصالحت کی بڑی کوشش کی، بلکہ ہر فریق کے نیک نیت لوگ اس کی تائید میں تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت نہ آنے پائے اور کسی طرح باہمی اختلافات دور ہو جائیں۔ صلح کی گفتگو ترقی پر تھی اور فریقین جنگ کے تمام احتمالات دلوں سے دور کر چکے تھے اور رات کے سناٹے میں ہر فریق آرام کی نیند سو رہا تھا۔ دونوں فریقوں میں کچھ ایسے عناصر شامل تھے جن کے نزدیک یہ مصالحت اُن کے حق میں سم قاتل تھی، حضرت علیؓ کی فوج میں سبائی انجمن کے ارکان اور حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا گروہ شامل تھا اور حضرت عائشہؓ کی طرف کچھ اموی تھے۔ حضرت عثمانؓ کے قاتل اور سبائی سمجھے کہ اگر یہ مصالحت کامیاب ہوگئی تو اُن کی خیر نہیں، اس لئے انہوں نے رات کی تاریکی میں حضرت عائشہؓ کی فوج پر شبخون مارا۔ گھبراہٹ میں فریقین نے یہ سمجھ کر یہ دوسرے فریق نے دھوکہ دیا، ایک دوسرے پر حملہ شروع کر دیا۔ حضرت عائشہؓ اونٹ پر آہنی ہودہ رکھوا کر سوار ہوئیں کہ وہ اپنی فوج کو اس حملہ سے روک سکیں۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے سپاہیوں کو روکا مگر جو فتنہ پھیل چکا تھا وہ کب رک سکتا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی وجہ سے ان کی فوج میں غیر معمولی جوش و خروش تھا۔ قلب فوج میں ان کا ہودج تھا، محمد بن طلحہؓ سواروں کے افسر تھے، عبداللہ بن زبیرؓ پیادہ فوج کی سربراہی پر مامور تھے اور پوری فوج کی قیادت حضرت طلحہؓ و زبیر کے ہاتھوں میں تھی۔

جنگ جمل

دورانِ جنگ میں حضرت علیؓ گھوڑا بڑھا کر میدان میں آئے اور حضرت زبیرؓ کو بلا کر کہا ''ابو عبداللہ! تمہیں وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم علیؓ کو دوست رکھتے ہو؟ تو تم نے عرض کی تھی ہاں یارسول اللہ! یاد کرو، اس وقت تم سے حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اس سے ناحق لڑو گے۔'' حضرت زبیرؓ نے جواب دیا ہاں اب مجھے بھی یاد آیا ہے(۱)۔

یہ پیشین گوئی یاد کر کے حضرت زبیرؓ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنے صاحبزادے عبداللہؓ سے فرمایا، جانِ پدر! علیؓ نے ایسی بات یاد دلا دی کہ تمام جنگ کا تمام جوش فرو ہو گیا بے شک ہم حق پر نہیں ہیں، اب میں اس جنگ میں شرکت نہ کروں گا تم بھی میرا ساتھ دو، لیکن حضرت عبداللہؓ

(۱) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۶۶

besturdubooks.wordpress.com

نے انکار کیا تو وہ تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے کہ وہاں سے سامان لے کر کسی طرف نکل جائیں۔ حضرت طلحہؓ نے حضرت زبیرؓ کو جاتے دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہوگیا، مروان ابن حکم کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت طلحہؓ کو ایک ایسا تاک کر تیر مارا کہ جو گھٹنے میں پیوست ہوگیا۔ یہ تیر زہر میں بجھا ہوا تھا، زہر کے اثر سے ان کا کام تمام ہوگیا۔ اب میدانِ جنگ میں صرف ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور ان کے جان نثار فرزند رہ گئے۔ جنگ کی ابتداء ہوچکی تھی، دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ ام المؤمنین زرہ پوش ہووج میں بیٹھی تھیں، نامرتبہ شناس سبائی آپ کے ساتھ گستاخیاں کررہے تھے اور آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے، حضرت عائشہؓ کے وفادار بیٹوں میں بنو ضبہ اس اونٹ کی حفاظت میں اپنی لاشوں پہ لاشیں گرارہے تھے، بکر بن وائل، ازد اور بنو ضبہ اونٹ کو اپنے حلقہ میں لے کر اس جوش ثبات اور وارفتگی کے ساتھ لڑے کہ خود حیدرِ کرارؓ کو حیرت تھی، عبداللہ بن زبیرؓ اونٹ کی نکیل پکڑے تھے وہ زخمی ہوکر گرے تو فوراً دوسرے نے بڑھ کر پکڑ لی، مارا گیا تو تیسرے نے اس کی جگہ لے لی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ستر آدمیوں نے اپنے آپ کو قربان کردیا(۱)۔ بصرہ کا شہسوار عمرو بن بحرہ اس جوش سے لڑ رہا تھا کہ حضرت علیؓ کی فوج کا جو شخص اس کے سامنے پہنچ جاتا تھا، مارا جاتا تھا اور ابن بحرہ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا:

یا امنا خیر ام نعلم	والام تغذو ولدها وترحم
اے ہماری بہترین اور ماں بچوں کو	کھلاتی ہے اور ان پر رحم کرتی ہے
الا ترین کم جواد لکم	وتختلی ما متہ والمعصم
کیا تو نہیں دیکھتی کتنے گھوڑے زخمی کیے جاتے ہیں	اور انکی کھوپڑی اور کلائی کاٹی جاتی ہے

آخر کار حضرت علیؓ کی فوج کے مشہور شہسوار حارث بن زبیر ازدی نے بڑھ کر اسکا مقابلہ کیا اور تھوڑی دیر تک تیغ وسنان کے ردل بدل کے بعد دونوں ایکدوسرے کے وار سے کٹ کر ڈھیر ہو گئے۔

اونٹ کے سامنے بنو ضبہ حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ سدِ سکندری بنے دشمنوں کو روکے کھڑے تھے اور جب تک ایک شخص بھی زندہ رہا اسنے پشت نہیں پھیری اور یہ رجز انکی زبان پر تھا:

الموت احلی عندنا من العسل	نحن بنو ضبة اصحاب الجمل
موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں ہے	ہم ضبہ کی اولاد اونٹ کے محافظ ہیں
نحن بنو الموت نزل	ننعی ابن عفان باطراف الاسل
ہم موت کے بیٹے ہیں، جب موت اترے	ہم عثمان بن عفان کی موت کی خبر نیزوں سے پھیلا رہے ہیں

---

(۱) طبری ۳۱۸۶ ومستدرک ج ۳ ص ۳۶۶

besturdubooks.wordpress.com

ردوا علینا شیخنا ثم بحل

ہمارے سردار کو ہم کو واپس کردو تو پھر کچھ نہیں

حضرت علیؓ نے دیکھا کہ جب تک اونٹ بٹھایا نہ جائے گا مسلمانوں کی خونریزی رُک نہیں سکتی، اسلئے آپ کے اشارے سے ایک شخص نے پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری، اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ اونٹ کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہؓ کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور حضرت علیؓ کے حق میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ آپ نے حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کو جو حضرت علیؓ کے ساتھی تھے، حکم دیا کہ اپنی ہمشیرہ محترمہ کی خبر گیری کریں اور عام منادی کرادی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں، مالِ غنیمت نہ لُوٹا جائے، جو ہتھیار ڈال دیں وہ مامون ہیں۔ پھر خود ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کے پاس حاضر ہو کر مزاج پرسی کی اور بصرہ میں چند دن تک آرام و آسائش سے ٹھہرانے کے بعد محمد بن ابی بکرؓ کے ہمراہ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ بصرہ کی چالیس شریف و معزز خواتین کو پہنچانے کے لئے ساتھ کیا اور رخصت کرنے کے لئے خود چند میل تک ساتھ گئے اور ایک منزل اپنے صاحبزادوں کو مشائعت کے لئے بھیجا۔

حضرت عائشہؓ نے رخصت ہوتے وقت لوگوں سے فرمایا کہ میرے بچو! ہماری باہمی کشمکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی، ورنہ مجھ میں اور علیؓ میں پہلے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ حضرت علیؓ نے بھی مناسب الفاظ میں تصدیق کی اور فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں، اُنکی تعظیم وتوقیر ضروری ہے۔ غرض پہلی رجب ۳۶ھ سنیچر کے روز حضرت عائشہؓ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔

بصرہ میں چند روز قیام کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کا عزم کیا اور ۱۲ رجب ۳۶ھ دوشنبہ کے روز داخلِ شہر ہوئے۔ اہل کوفہ نے قصر امارت میں مہمان نوازی کا سامان کیا لیکن زہد و قناعت کے شہنشاہ نے اس میں فروکش ہونے سے انکار کیا اور فرمایا کہ عمر بن الخطابؓ نے ہمیشہ ان عالی شان محلات کو حقارت کی نظر سے دیکھا مجھے بھی اس کی حاجت نہیں، میدان میرے لئے بس ہے۔ چنانچہ میدان میں قیام فرمایا اور مسجد اعظم میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی اور جمعہ کے روز خطبہ میں لوگوں کو اتقاء و پرہیزگاری اور وفا شعاری کی ہدایت کی۔

جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں مستقل اقامت اختیار کی اور دارالحکومت حجاز سے عراق منتقل ہو گیا۔ لوگوں نے اس تبدیلی کے مختلف وجوہات بیان کئے ہیں مگر میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے حرم نبوی ﷺ کی جو توہین ہوئی اس نے علی مرتضیٰؓ کو مجبور کیا کہ وہ آئندہ سلطنت کے سیاسی مرکز کو علمی اور مذہبی مرکز سے علیحدہ کردیں۔ ایک

besturdubooks.wordpress.com

وجہ یہ بھی تھی کہ کوفہ میں حضرت علیؓ کے طرفداری اور حامیوں کی اس وقت سب سے بڑی تعداد تھی، گو حضرت علیؓ نے مدینہ کو سیاسی شر وفتن سے بچانے کے لئے عراق کو دارالحکومت بنایا تھا، لیکن اس کا کوئی مفید نتیجہ مرتب نہیں ہوا، اس سے مدینہ کی سیاسی اہمیت ختم ہوگئی اور خود حضرت علیؓ مرکز اسلام سے دُور ہو گئے جو سیاسی حیثیت سے آئندہ ان کے لئے مضر ثابت ہوا۔

بہر حال حضرت علیؓ نے کوفہ میں قیام فرما کر ملک کا از سرِ نو نظم و نسق قائم کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کی ولایت سپرد کی، مدائن پر یزید بن قیس، اصفہان پر محمد بن سلیم، کسکر پر قدامہ بن عجلان ازدی، بجستان پر ربعی بن کاس اور تمام خراسان پر خلید بن کاس کو مامور کر کے بھیجا۔ خلید خراسان پہنچے تو ان کو خبر ملی کہ خاندانِ کسریٰ کی ایک لڑکی نے نیشاپور پہنچ کر بغاوت کرادی ہے۔ چنانچہ انہوں نے نیشاپور پر فوج کشی کر کے بغاوت فرو کی اور اس کو بارگاہِ خلافت میں بھیج دیا۔ جناب امیر نے اس کے ساتھ نہایت لطف و کرم کا برتاؤ کیا اور اس سے فرمایا کہ اگر وہ پسند کرے تو اپنے فرزند امام حسنؓ سے نکاح کر دیں، اس نے کہا کہ وہ ایسے شخص سے شادی کرنا نہیں چاہتی جو ابھی خود مختار نہ ہو۔ اگر خود جناب امیر اپنے عقدِ نکاح سے مشرف فرمائیں تو بطیب خاطر حاضر ہوں، حضرت علیؓ نے انکار کیا اور اُسے آزاد کر دیا کہ جہاں چاہے رہے اور جس سے چاہے بیاہ کرے۔

جزیرۂ موصل اور شام کے متصلہ علاقوں پر اشتر نخعی کو مامور کیا۔ اشتر نے بڑھ کر شام کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا، لیکن امیر معاویہؓ کے عامل ضحاک بن قیس نے حران اور رقہ کے درمیان مقابلہ کر کے اشتر کو پھر موصل جانے پر مجبور کیا۔ اشتر نے موصل میں قیام کر کے شامی فوج سے مستقل چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور اس سیلاب کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔

صلح کی دعوت

اگرچہ حضرت علیؓ کو یہ معلوم تھا کہ امیر معاویہؓ آپ کی خلافت تسلیم نہیں کریں گے تاہم اتمام حجت کے لئے ایک دفعہ پھر صلح کی دعوت دی اور جریر بن عبداللہؓ کو قاصد بنا کر بھیجا، جریر ایسے وقت میں امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے کہ ان کے دربار میں رؤسائے شام کا مجمع تھا، امیر معاویہؓ نے خط لے کر پہلے خود پڑھا پھر بآواز بلند حاضرین کو سنایا، بعد حمد و نعت کے خط کا مضمون یہ تھا:

تم اور تمہارے زیر اثر جس قدر مسلمان ہیں، سب پر میری بیعت لازم ہے کیونکہ مہاجرین و انصار نے اتفاقِ عام سے مجھے منصبِ خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو بھی انہی لوگوں نے منتخب کیا تھا۔ اس لئے جو شخص اس بیعت کے بعد سرکشی اور اعراض کرے گا وہ جبراً اطاعت پر مجبور کیا جائے گا۔ پس تم مہاجرین و انصار کی اتباع کرو یہی سب سے بہتر طریقہ ہے، ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم نے عثمانؓ کی

besturdubooks.wordpress.com

شہادت کو اپنی مقصد برآری کا وسیلہ بنایا ہے، اگر تم کو عثمانؓ کے قاتلوں سے انتقام لینے کا حقیقی جوش ہے تو پہلے میری اطاعت قبول کرو، اس کے بعد باضابطہ اس مقدمہ کو پیش کرو، میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا۔ ورنہ تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ محض دھوکہ اور فریب ہے۔

امیر معاویہؓ بیس بائیس برس سے شام کے والی تھے۔ اس طویل حکومت نے ان کے دل میں استقلال وخود مختاری کی تمنا پیدا کر دی تھی، جس کے حصول کے لئے اس سے بہتر موقع میسر نہیں آسکتا تھا۔ نیز حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی خلافت اور اموی عمال کی برطرفی سے بنوامیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ چشمک پھر تازہ ہوگئی تھی۔ حضرت علیؓ کے معزول کردہ تمام اموی عمال، امیر معاویہؓ کے گرد وپیش جمع ہو گئے تھے۔ بہت سے قبائل عرب جو اگرچہ اموی نہ تھے لیکن امیر معاویہؓ کی شاہانہ داد ودہش نے ان کو بھی ان کا طرفدار بنا دیا تھا، بعض صحابہ بھی اپنے مقاصد کے لئے ان کے دست وبازو بن گئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کی حکومت کا عہدہ لے کر اعانت ومساعدت کا وعدہ کرلیا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو عرب کے نامور مدبروں میں تھے اور پہلے حضرت علیؓ کے طرفدار تھے، آپ سے دلبرداشتہ ہوکر امیر معاویہؓ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ عبیداللہ بن عمرؓ جنہوں نے اپنے والد کے خون کے جوشِ انتقام میں ایک پارسی نومسلم ہرمزان کو بے وجہ قتل کر دیا تھا اور حضرت عثمانؓ نے ان سے قصاص نہیں لیا تھا، حضرت علیؓ کی مسند نشینی کے بعد مقدمہ قائم ہونے کے خوف سے بھاگ کر امیر معاویہؓ کے دامن میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے ایک اور نامور مدبر زیاد بن امیہ کو جو حضرت علیؓ کے حامیوں میں تھا، اپنے ساتھ ملالیا تھا، اکابر شام کی پہلے سے ہی ان کو تائید وحمایت حاصل تھی، ان کی مدد سے انہوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعہ کو جس سے تمام مسلمان سخت متاثر تھے، سارے شام میں پھیلایا۔ ہر ہر گاؤں، قصبہ اور شہر میں اس کی اشاعت کے لئے خطیب مقرر کیے۔ دمشق کی جامع مسجد میں حضرت عثمانؓ کے خود آلود پیراہن اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی نمائش کی جاتی تھی (۱)۔

ان تدبیروں سے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خون کے انتقام کا جوش پیدا کرنے کے بعد اپنے حاشیہ نشینوں کے مشورہ سے حضرت علیؓ کے خط کا جواب لکھا اور حسبِ معمول قاتلینِ عثمانؓ کو حوالہ کر دینے پر اصرار کیا۔ ابومسلم نے جو خط کا جواب لے کر گئے تھے۔ دربارِ خلافت میں خط پیش کرنے کے بعد رنج کے طور پر گذارش کی کہ اگر عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے تو ہم اور تمام اہلِ شام خوشی کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں، فضل وکمال کے لحاظ سے

❶ طبری ص ۳۲۵۵

besturdubooks.wordpress.com

آپ ہی خلافت کے حقیقی مستحق ہیں۔ جناب امیرؓ نے دوسرے روز صبح کے وقت جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ ابومسلم جب دوسرے روز حاضر ہوئے تو وہاں تقریباً دس ہزار مسلح آدمیوں کا مجمع تھا۔ ابومسلم کو دیکھ کر سب نے ایک ساتھ بآواز بلند کہا، ''ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں''۔ ابومسلم نے مستعجب ہو کر بارگاہِ خلافت میں عرض کی کہ معلوم ہوتا ہے کہ باہم سازش اختیار کر لی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ عثمانؓ کے قاتلوں پر میرا کہاں تک اختیار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پھر امیر معاویہؓ کو لکھا کہ وہ ناحق ضد سے باز آجائیں اور حضرت عثمانؓ کے قتل میں ان کی کوئی شرکت نہ تھی۔ عمرو بن العاصؓ کو علیحدہ لکھا کہ ''دنیا طلبی چھوڑ کر حق کی حمایت کرو''۔ لیکن زمین مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھی، گو جنگِ جمل میں دس ہزار مسلمانوں کا خون پی چکی تھی لیکن ابھی اس کی پیاس نہ بجھی تھی، اس لئے مصالحت اور خانہ جنگی کے سدباب کی تمام تر کوششیں ناکام رہیں اور حضرت علیؓ کو مجبور ہو کر قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھنا پڑا۔ تمام عمال و حکام کو دور دراز حصص ملک سے جنگ میں شریک ہونے کے لئے بلایا اور تقریباً اسی ہزار کی جمعیت کے ساتھ حدودِ شام کا رُخ کیا۔

معرکۂ صفین

جب یہ فوجِ گراں فرات کو عبور کر کے سرحدِ شام میں داخل ہوئی تو امیر معاویہؓ کی طرف سے ابوالاعور سلمٰی نے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھنے سے روکا۔ علوی فوج کے افسر زیاد بن النضر اور شریح بن ہانی نے تمام دن نہایت جاں بازی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اسی اثناء میں اشتر نخعی کمک لے کر پہنچ گئے۔ ابوالاعور نے دیکھا کہ اب مقابلہ دشوار ہے اس لئے رات کی تاریکی میں اپنی فوج کو ہٹالیا اور امیر معاویہؓ کو فوج مخالف کی آمد کی اطلاع دی۔ انہوں نے صفین کے میدان کو مدافعت کے لئے منتخب کیا اور پیش قدمی کر کے مناسب موقعوں پر مورچے جمادیئے۔ گھاٹ کو اپنے قبضہ میں لے کر سلمی کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ متعین کر دیا کہ علوی فوج کو دریا سے پانی نہ لینے دیں۔

پانی کے لئے کشمکش

ابوالاعور نے اس حکم کی تعمیل کی۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی فوج صفین پہنچی تو اس کو پانی کی وجہ سے سخت دقت پیش آئی۔ حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ شامی فوج کا مقابلہ کر کے بزور گھاٹ پر قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ پہلے چند آدمی اتمام حجت کے لئے آشتی کے ساتھ دریا کی طرف بڑھے لیکن جیسے ہی قریب پہنچے ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ حضرت علیؓ کی فوج پیش دستی کی منتظر تھی سب نے ایک ساتھ مل کر حملہ کر دیا۔ ابوالاعور نے دیر تک ثبات و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ عمرو بن العاصؓ نے بھی اپنی کمک سے تقویت دی، لیکن پیاسوں کو پانی سے روکنا آسان نہ تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

آخر کار شامی دستوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور گھاٹ پر تشنہ کاموں کا قبضہ ہو گیا۔ اب جو وقت امیر المومنین کی فوجوں کو ہوئی تھی وہی امیر معاویہ کو پیش آئی لیکن جناب مرتضیٰ کی حمیت انسانی نے کسی کو تشنہ کام رکھنا گوارا نہ کیا اور شامی فوج کو دریا سے پانی لینے کی اجازت دے دی(۱)۔ چنانچہ دونوں فوجیں ایک ساتھ دریا سے سیراب ہونے لگیں اور باہم اس قدر اختلاط پیدا ہو گیا کہ دونوں کیمپوں کے سپاہیوں میں دوستانہ آمد و رفت شروع ہو گئی یہاں تک کہ بعضوں کو خیال ہوا کہ اب صلح ہو جائے گی۔

میدانِ جنگ میں مصالحت کی آخری کوشش

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ شروع کرنے سے قبل ایک دفعہ پھر اتمام حجت کے لئے بشیر بن عمرو بن محصن انصاری، سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیج کر مصالحت کی آخری کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ دونوں طرف علماء فضلاء اور حفاظ قرآن کی ایک جماعت موجود تھی جو دل سے اس خونریزی کو ناپسند کرتی تھی۔ اس نے مسلسل تین ماہ تک جنگ کو روکے رکھا اور اس درمیان میں برابر مصالحت کی کوشش کرتی رہی۔ اس اثناء میں دونوں طرف سے تقریباً پچاسی دفعہ حملہ کا ارادہ کیا گیا لیکن ان بزرگوں نے ہمیشہ درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ غرض ربیع الاول، ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ تین مہینے صرف صلح کے انتظار میں گزر گئے۔ لیکن اس کی کوئی صورت نہ نکل سکی اور جمادی الآخر کے شروع میں جنگ چھڑ گئی۔

آغازِ جنگ

لڑائی کا یہ طریقہ تھا کہ دونوں طرف سے دن میں دو دفعہ یعنی صبح و شام تھوڑی تھوڑی فوج میدانِ جنگ میں اترتی تھی اور کشت و خون کے بعد اپنے فرودگاہ پر واپس جاتی تھی۔ فوج کی کمان حضرت علیؓ کبھی خود کرتے تھے اور کبھی باری باری سے اشتر نخعی، حجر بن عدی، شبث ربعی، خالد بن المعمرہ، زیاد بن النضر، زیاد بن حصفہ التیمی، سعید بن قیس، محمد بن حنفیہ، معقل بن قیس اور قیس بن سعد اس فرض کو انجام دیتے تھے۔ یہ سلسلہ جمادی الآخری کی تاریخوں تک جاری رہا لیکن جیسے ہی رجب کا ہلال طلوع ہوا، شہر حرم کی عظمت کے خیال سے دفعتہً دونوں طرف سے جنگ رُک گئی۔ اس التواء سے خیر خواہانِ امت کو پھر ایک مرتبہ مصالحت کی کوشش کا موقع مل گیا۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابو امامہ باہلیؓ نے امیر معاویہؓ کے پاس جا کر ان سے حسب ذیل گفتگو کی:

حضرت ابو الدرداءؓ: تم علیؓ سے لڑتے ہو کیا وہ امامت کے تم سے زیادہ مستحق نہیں ہیں؟

امیر معاویہؓ: میں عثمانؓ کے خونِ ناحق کے لئے لڑتا ہوں۔

(۱) ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۳۵

besturdubooks.wordpress.com

حضرت ابوالدرداءؓ: کیا عثمانؓ کو علیؓ نے قتل کیا ہے؟

امیر معاویہؓ: قتل تو نہیں کیا ہے، قاتلوں کو پناہ دی ہے، اگر وہ ان کو میرے سپرد کردیں تو سب سے پہلے بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

اس گفتگو کے بعد حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوامامہؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امیر معاویہؓ کی شرائط سے مطلع کیا۔ اسے سن کر تقریباً بیس ہزار سپاہیوں نے علوی فوج سے نکل کر کہا کہ ''ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں''۔ حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوامامہؓ نے یہ رنگ دیکھا تو لشکر گاہ چھوڑ کر ساحلی علاقہ کی طرف چلے گئے اور اس جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

غرض پہلی رجب سے اخیر محرم ۳۷ھ تک طرفین سے سکون رہا اور کوئی قابلِ ذکر معرکہ پیش نہ آیا۔ آغازِ سفر سے پھر از سرِ نو جنگ شروع ہوگئی اور اس قدر خونریز لڑائیاں پیش آئیں کہ ہزاروں عورتیں بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم ہوگئے۔ پھر بھی اس خانہ جنگی کا فیصلہ نہ ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس طوالت سے تنگ آکر اپنی فوج کے سامنے نہایت پرجوش تقریر کی اور اس کو فیصلہ کن جنگ کے لئے ابھارا۔ تمام فوج نے نہایت جوش وخروش کے ساتھ اس تقریر کو لبیک کہا اور اپنے حریف پر اس زور سے حملہ کیا کہ شامی فوج کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حیدر کرارؓ خود فوج کے آگے تھے اور اس جانبازی سے لڑ رہے تھے کہ حریف کی صفیں چیرتے ہوئے امیر معاویہؓ کے مقصورہ تک پہنچ گئے۔ آپ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا:

اضربهم ولا اری معاوية　　　الجاحظ العين العظيم الحاوية

قریب پہنچ کر پکار کر کہا ''معاویہ! خلقِ خدا کا خون گراتے ہو، آؤ ہم تم باہم اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرلیں''۔

اس مبارزت پر عمرو بن العاصؓ اور امیر معاویہؓ میں حسب ذیل مکالمہ ہوا:

عمرو بن العاصؓ: بات انصاف کی ہے۔

امیر معاویہؓ: خوب کیا انصاف ہے؟ تم جانتے ہو کہ جو اس شخص کے مقابلہ میں جاتا ہے پھر زندہ نہیں بچتا۔

عمرو بن العاصؓ: جو کچھ ہو، تاہم مقابلے کے لئے نکلنا چاہئے۔

امیر معاویہؓ: تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کرا کے میرے منصب پر قبضہ کرو۔

امیر معاویہؓ کے اعراض پر عمرو بن العاصؓ خود شیرِ خدا کے مقابلے کے لئے نکلے۔ دیر تک دونوں میں تیغ وسنان کا ردوبدل ہوتا رہا۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ایسا وار کیا کہ اس سے سلامت بچنا ناممکن تھا۔ عمرو بن العاصؓ اس بدحواسی کے ساتھ گھوڑے سے گرے کہ بالکل برہنہ ہوگئے۔

besturdubooks.wordpress.com

فاتح خیبر نے اپنے حریف کو برہنہ دیکھ کر منہ پھیر لیا اور زندہ چھوڑ کر واپس چلے آئے۔

اس جنگ کے بعد تھوڑی تھوڑی فوج سے مقابلہ ہونے کے بجائے پوری فوج کے ساتھ جنگ ہونے لگی۔ چند دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ جمعہ کے روز عظیم الشان جنگ پیش آئی جو شدت خونریزی کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اپنی نظیر آپ ہے۔ صبح سے شام اور شام سے دوسری صبح تک اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج، گھوڑوں کی ٹاپوں اور تلواروں کی جھنکاروں سے کرۂ ارض تھرا رہا تھا، اسی مناسبت سے اس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔

دوسری صبح کو مجروحین و مقتولین کے اٹھانے کے لئے جنگ ملتوی ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے اپنے طرفداروں کو مخاطب کر کے نہایت جوش سے تقریر کی اور فرمایا ''جانبازو! ہماری کوششیں اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ انشاء اللہ کل اس کا آخری فیصلہ ہو جائے گا۔ پس آج کچھ آرام لینے کے بعد اپنے حریف کو آخری شکست دینے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اس وقت تک میدان سے منہ نہ موڑو جب تک اس کا قطعی فیصلہ نہ ہو جائے۔

امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ نے اس وقت تک نہایت جانبازی، شجاعت اور پامردی کے ساتھ اپنی فوجوں کو سرگرم کارزار رکھا تھا، لیکن لیلۃ الہریر کی جنگ سے انہیں بھی یقین ہو گیا تھا کہ اب لشکرِ حیدری کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ قبیلوں کے سردار بھی ہمت ہار گئے۔ اشعث ابن قیس نے اعلانیہ دربار میں کھڑے ہو کر کہا اگر مسلمانوں کی باہمی لڑائی ایسی ہی قائم رہی تو تمام عرب ویران ہو جائے گا۔ رومی شام میں ہمارے اہل وعیال پر قبضہ کرلیں گے۔ اس طرح ایران دہقان اہلِ کوفہ کی عورتوں اور بچوں پر متصرف ہو جائیں گے۔ تمام درباریوں کی نظریں امیر معاویہؓ کے چہرہ پر گڑ گئیں اور سب نے بالاتفاق اس خیال کی تائید کی۔

یہ رنگ دیکھ کر امیر معاویہؓ نے جناب مرتضیٰؓ کو لکھا ''اگر ہم کو اور خود آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ جنگ اس قدر طول کھینچے گی تو غالباً ہم دونوں اس کو چھیڑنا پسند نہ کرتے۔ بہر حال اب ہم کو اس تباہ کن جنگ کا خاتمہ کر دینا چاہئے، ہم لوگ بنی عبد مناف ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں، اس لئے مصالحت ایسی ہو کہ طرفین کی عزت و آبرو برقرار رہے۔ لیکن اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصالحت سے انکار کیا اور دوسرے روز علی الصباح زرہ بکتر سے آراستہ ہو کر اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ میدان میں صف آراء ہوئے۔ لیکن حریف نے جنگ ختم کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا اب میں ایک ایسی چال چلوں گا کہ یا تو جنگ کا خاتمہ ہی ہو جائے گا یا علیؓ کی فوج میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ چنانچہ دوسری صبح شامی فوج ایک عجیب منظر کے ساتھ میدانِ جنگ میں آئی، آگے آگے دمشق کا مصحفِ اعظم پانچ نیزوں پر بندھا ہوا تھا اور اس کو

besturdubooks.wordpress.com

پانچ آدمی بلند کئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ جس جس کے پاس قرآنِ پاک تھا اس نے اس کو نیزے پر باندھ لیا تھا۔ حضرت علیؓ کی طرف سے اشترنخعی نے ایک جمعیتِ عظیم کے ساتھ حملہ کیا تو قلب سے فضل بن اوہم، میمنہ سے شریح الجذامی اور میسرہ سے زرقاء بن معمر بڑھے اور چلا کر کہا ''گروہِ عرب! خدا رومیوں اور ایرانیوں کے ہاتھ سے تمہاری عورتوں اور بچوں کو بچائے تم فنا ہوگئے دیکھو یہ کتاب اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے''۔ اسی طرح ابوالدعور سلمٰی اپنے سر پر کلام مجید رکھے ہوئے لشکر حیدری کے قریب آئے اور بانگِ بلند کہا: ''اے اہل عراق! یہ کتاب اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے''۔ اشترنخعی نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ حریف کی چال ہے اور جوش دلا کر نہایت زور وشور سے حملہ کر دیا۔ لیکن شامیوں کی چال کامیاب ہوگئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں کو لاکھ سمجھایا کہ مصاحف کا بلند کرنا محض عیاری ہے، ہم کو اس دامِ تزویر سے بچنا چاہئے۔ کردوس بن ہانی، سفیان بن ثور اور خالد بن العمر نے بھی امیر المؤمنین کی تائید کی اور کہا کہ ہم پہلے ہم نے ان کو قرآن کی طرف دعوت دی تو انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی، لیکن جب ناکامی و نامرادی کا خوف ہوا تو اس مکاری کے ساتھ ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں، لیکن شامیوں کا جادو چل چکا تھا، اس لئے باوجود سعی وکوشش ایک جماعت نے نہایت سختی کے ساتھ اصرار کیا کہ قرآن کی دعوت کو رد نہ کرنا چاہئے اور دھمکی دی کہ اگر قرآن کے درمیان میں آنے کے بعد بھی جنگ بند نہ ہوگی تو وہ نہ صرف فوج سے کنارہ کش ہو جائے گی بلکہ خود جناب امیرؓ کا مقابلہ کرے گی۔ معر بن فدکی، زید بن حصین، سنبی اور ابن الکواء اس جماعت کر سرگروہ تھے، اسی طرح اشعث بن قیس نے عرض کی ''امیر المؤمنین! میں جس طرح کل آپ کا جان نثار تھا اسی طرح آج بھی ہوں۔ لیکن میری بھی یہی رائے ہے کہ قرآن مجید کو حکم مان لینا چاہئے''۔ غرض یہ چال ایسی کامیاب ہوئی کہ جناب مرتضیٰ کو مجبوراً اپنی فوج کو بازگشت کا حکم دینا پڑا۔ اشترنخعی اس وقت نہایت کامیاب جنگ میں مصروف تھے اس لئے واپسی کا حکم سن کر ان کو بڑا صدمہ ہوا اور فرودگاہ پر واپس جانے کے بعد ان میں اور مسعر بن فدکی اور ابن الکواء وغیرہ میں جنہوں نے التوائے جنگ پر مجبور کیا تھا نہایت تلخ گفتگو ہوئی اور قریب تھا کہ باہم کشت وخون کی نوبت پہنچ جائے لیکن جناب امیرؓ نے درمیان میں پڑ کر معاملہ کو رفت وگذشت کر دیا۔

التوائے جنگ کے بعد دونوں طریق میں خط وکتابت شروع ہوئی اور طرفین کے علماء فضلاء کا اجتماع ہوا اور بحث ومباحثہ کے بعد قرار پایا کہ خلافت کا مسئلہ دو حکم کے سپرد کر دیا جائے اور وہ جو کچھ فیصلہ کریں اس کو قطعی تصور کیا جائے۔ شامیوں نے اپنی طرف سے عمرو بن العاصؓ کا نام پیش کیا۔ اہلِ عراق کی طرف سے اشعث بن قیس نے ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام لیا۔ حضرت علیؓ نے اس

besturdubooks.wordpress.com

سے اختلاف کیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بجائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو تجویز کیا۔ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباسؓ اور آپ تو ایک ہی ہیں، حکم کو غیر جانبدار ہونا چاہئے۔ اس لئے جناب امیرؓ نے دوسرا نام اشتر نخعی کا لیا۔ اشعث بن قیس نے برافروختہ ہو کر کہا ''جنگ کی آگ اشتر ہی نے بھڑکائی ہے اور ان کی رائے تھی کہ جب تک آخری نتیجہ نہ ظاہر ہو ہر فریق دوسرے سے لڑتا رہے۔ اس وقت تک ہم اس کی رائے پر عمل کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ جس کی رائے یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بھی یہی ہوگا''۔ حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ لوگ ابوموسیٰ اشعریؓ کے علاوہ اور کسی پر رضا مند نہیں تو تحمل و بردباری کے ساتھ فرمایا: ''جس کو چاہو حکم بناؤ مجھے بحث نہیں''۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جنگ سے کنارہ کش ہو کر ملک شام کے ایک گاؤں میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ لوگوں نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور دونوں فریق کے ارباب حل وعقد ایک عہد نامہ ترتیب دینے کے لئے مجتمع ہوئے۔ کاتب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا ''ہٰذا ما قاضی علیہ امیر المؤمنین''، امیر معاویہؓ تسلیم کر لیتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا، عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ صرف نام پر اکتفا کیا جائے۔ لیکن احنف ابن قیس اور حضرت علیؓ کے دوسرے جاں نثاروں کو اس لقب کا محو ہونا نہایت شاق تھا۔ فدائے رسول ﷺ نے کہا: خدا کی قسم! یہ سنت کبریٰ ہے، صلح حدیبیہ (ذوقعدہ ۶ھ) میں ''رسول اللہ'' کے فقرے پر ایسا ہی اعتراض ہوا تھا اس لئے جس طرح حضور انور ﷺ نے اس کو اپنے دست مبارک سے مٹایا تھا اسی طرح میں بھی اپنے ہاتھ سے مٹاتا ہوں۔ غرض معاہدہ لکھا گیا اور دونوں طرف کے سربرآوردہ آدمیوں نے دستخط کر کے اس کو موثق کیا۔

معاہدہ کا خلاصہ یہ ہے:

> علیؓ، معاویہؓ اور ان دونوں کے طرفدار باہمی رضامندی کے ساتھ عہد کرتے ہیں کہ عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعریؓ) اور عمرو بن العاصؓ قرآن پاک اور سنت نبوی کے مطابق جو فیصلہ کریں گے اس کے تسلیم کرنے میں ان کو پس و پیش نہ ہوگا۔ اس لئے دونوں حکم کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ قرآن اور سنت نبوی ﷺ کو نصب العین بنائیں اور کسی حالت میں اس سے انحراف نہ کریں، حکم کی جان اور ان کا مال محفوظ رہے گا اور ان کے حق فیصلہ کی تمام امت تائید کرے گی۔ ہاں اگر فیصلہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہوگا تو تسلیم نہیں کیا جائے گا اور فریقین کو اختیار ہوگا کہ پھر از سر نو جنگ کو اپنا حکم بنائیں۔

خارجی فرقہ کی بنیاد

معاہدہ تیرہویں صفر ۳۷ھ چہار شنبہ کے روز ترتیب پایا، اشعث بن قیس تمام قبائل کو اس

besturdubooks.wordpress.com

معاہدہ سے مطلع کرنے پر مامور ہوئے۔ وہ سب کو سناتے ہوئے جب عنزہ کے فرودگاہ پر پہنچے تو دو آدمیوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کے سوا اور کسی کو فیصلہ کا حق نہیں اور غضب ناک ہو کر شامی فوج پر حملہ کر دیا اور لڑ کر مارے گئے۔ اسی طرح قبیلۂ مراد اور بنو راست اور بنو تمیم نے بھی اس کو ناپسند کیا۔ بنو تمیم کے ایک شخص عزوہ بن اُدیہ نے اشعث سے سوال کیا کہ کیا تم لوگ اللہ کے دین میں آدمیوں کا فیصلہ قبول کرتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو بتاؤ کہ ہمارے مقتول کہاں جائیں؟ اور غضب ناک ہو کر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اگر خالی نہ جاتا تو اشعث کا کام ہی تمام ہو جاتا، بہت سے آدمیوں نے خود حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس معاہدہ کی نسبت اپنی بیزاری ظاہر کی۔ محرز بن خنیس نے عرض کی، امیر المومنین! اس معاہدہ سے رجوع کر لیجئے، واللہ میں ڈرتا ہوں کہ شاید آپ کا انجام بُرا نہ ہو۔ غرض ایک معتد بہ جماعت نے اس کو ناپسند کیا اور انجام کار اسی ناپسندیدگی نے ایک مستقل فرقہ کی بنیاد قائم کر دی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

تحکیم کا نتیجہ

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ نے دومۃ الجندل کو جو عراق اور شام کے وسط میں تھا بالاتفاق حکمین کے لئے اجلاس کا مقام منتخب کیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے حکم کے ساتھ چار چار سو آدمیوں کی جمعیت ساتھ کر دی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ جو فوج گئی تھی اس کے افسر شریح بن ہانی اور مذہبی نگران حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد وقاصؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ جو اپنے ورع وتقویٰ کے باعث اس خانہ جنگی سے الگ رہے تھے تحکیم کی خبر سن کر اس کا آخری فیصلہ معلوم کرنے کے لئے دومۃ الجندل میں آئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جو نہایت نکتہ رس اور معاملہ فہم بزرگ تھے پہنچنے کے ساتھ ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ سے علیحدہ علیحدہ گفتگو کر کے ان کی رائے کا اندازہ کیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان دونوں میں اتحاد رائے ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت اعلانیہ پیشین گوئی کی کہ اس تحکیم کا نتیجہ خوش آئند نہ ہوگا۔ بہر حال دونوں حکم حسب قرار داد گوشۂ خلوت میں مجتمع ہوئے۔ عمرو بن العاصؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے ان کی غیر معمولی تعظیم وتوقیر شروع کی۔ تعریف وتوصیف کے پل باندھ دیئے۔ اصل مسئلہ کے متعلق جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے:

ابو موسیٰ: عمرو! تم ایک ایسی رائے کے متعلق کیا خیال رکھتے ہو جس سے خدا کی خوشنودی اور قوم کی بہبودی دونوں میسر آئے؟

عمرو بن العاصؓ: وہ کیا ہے؟

ابو موسیٰ: عبداللہ بن عمرؓ نے ان خانہ جنگیوں میں کسی طرح حصہ نہیں لیا ہے، ان کو منصب

besturdubooks.wordpress.com

خلافت پر کیوں نہ متمکن کیا جائے؟

عمرو ابن العاصؓ: معاویہؓ میں کیا خرابی ہے؟

ابوموسیٰ: معاویہؓ نہ تو اس منصب جلیل کے لئے موزوں ہیں اور نہ ان کو کسی طرح کا استحقاق ہے، ہاں اگر تم مجھ سے اتفاق کرو تو فاروقِ اعظمؓ کا عہد لوٹ آئے اور عبداللہ اپنے باپ کی یاد پھر تازہ کر دیں۔

عمرو بن العاصؓ: میرے لڑکے عبداللہ پر آپ کی نظرِ انتخاب کیوں نہیں پڑتی، فضل و منقبت میں تو وہ بھی کچھ کم نہیں۔

ابوموسیٰ: بیشک تمہارا لڑکا صاحبِ فضل و منقبت ہے لیکن ان خانہ جنگیوں میں شریک کر کے تم نے ان کے دامن کو بھی ایک حد تک داغدار کر دیا ہے، برخلاف اس کے طیب ابن طیب عبداللہ بن عمرؓ کا لباس تقویٰ ہر قسم کے دھبوں سے محفوظ ہے۔ بس آؤ انہی کو مسند خلافت پر بٹھا دیں۔

عمرو بن العاصؓ: ابوموسیٰ! اس منصب کی صلاحیت صرف اس میں ہو سکتی ہے جس کے دو داڑھ ہوں، ایک سے کھائے اور دوسرے سے کھلائے۔

ابوموسیٰ: عمرو! تمہارا برا ہو، کشت وخون کے بعد مسلمانوں نے ہمارا دامن پکڑا ہے اب ہم ان کو پھر فتنہ وفساد میں مبتلا نہیں کریں گے۔

عمرو بن العاصؓ: پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوموسیٰ: ہمارا خیال ہے کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کی مجلسِ شوریٰ کو پھر سے اختیار دیں کہ جس کو چاہے منتخب کرے۔

عمرو بن العاصؓ: مجھے بھی اس سے اتفاق ہے۔

مذکورہ بالا قرارداد کے بعد جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو عبداللہ ابن عباسؓ نے ابوموسیٰ کے پاس جا کر کہا: ''خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکہ دیا ہوگا، اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان میں سبقت نہ کیجئے گا، وہ نہایت غدار ہے، کیا عجب ہے کہ آپ کے بیان کی مخالفت کر بیٹھے۔'' ابوموسیٰ نے کہا کہ ہم لوگ ایسی رائے پر متفق ہوئے ہیں کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں۔ غرض دوسرے روز مسجد میں مسلمانوں کا مجمع ہوا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے عمرو بن العاص سے فرمایا کہ وہ منبر پر چڑھ کر فیصلہ سنائیں۔ انہوں نے عرض کی: ''میں آپ پر سبقت نہیں کر سکتا۔ آپ فضل و منقبت میں، سن و سال میں، غرض ہر حیثیت سے ہم سے افضل اور ہمارے بزرگ ہیں''۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت ابوموسیٰ پر عمرو بن العاصؓ کا جادو چل گیا۔ چنانچہ آپ بغیر کسی پس و پیش کے کھڑے ہو گئے اور حمد وثنا کے بعد کہا ''صاحبو! ہم نے علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کیا اور پھر نئے سرے سے مجلسِ شوریٰ کو انتخاب کا حق دیا۔ وہ جس کو چاہے اپنا امیر بنائے''۔ ابوموسیٰ اپنا فیصلہ سنا کر منبر پر سے اُترے تو عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا ''صاحبو! علیؓ کو جیسا کہ ابوموسیٰ نے معزول کیا میں بھی معزول کرتا ہوں لیکن معاویہؓ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں، کیونکہ وہ امیر المؤمنین عثمانؓ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بہت نیک دل اور سادہ دل بزرگ تھے۔ اس خلاف بیان سے ششدر رہ گئے۔ چلّا کر کہنے لگے: ''یہ کیا غداری ہے؟ یہ کیا بے ایمانی ہے؟ سچ یہ ہے کہ تمہاری حالت بالکل اس کتے کی طرح ہے جس پر لادو جب بھی ہانپتا ہے اور چھوڑ دو تو بھی ہانپتا ہے انما مثلک کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا اور آپ پر چار پائے بروکتا بے چند کی مثل صادق آتی ہے۔ مثلک کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ عمرو بن العاصؓ کے بیان سے مجمع میں سخت برہمی پیدا ہو گئی۔ شریح بن ہانی نے عمرو بن العاصؓ کو کوڑے سے مارنا شروع کیا۔ اس طرف سے ان کے ایک لڑکے نے شریح پر حملہ کر دیا، لیکن بات بڑھنے نہیں پائی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے رفت و گذشت کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ کو اس قدر ندامت ہوئی کہ اسی وقت مکہ روانہ ہو گئے اور تمام عمر گوشہ نشین رہے۔

خوارج کی سرکشی

پہلے گذر چکا ہے کہ تحکیم کو حضرت علیؓ کے اعوان و انصار میں سے معتد بہ جماعت نے ناپسند کیا تھا۔ چنانچہ جب آپ صفین سے کوفہ تشریف لائے تو اس نے اپنی ناپسندیدگی کا ثبوت اس طرح دیا کہ تقریباً بارہ ہزار آدمیوں نے لشکرِ حیدری سے کنارہ کش ہو کر حرورا میں اقامت اختیار کی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو سمجھانے کے لئے بھیجا، انہیں ناکامی ہوئی تو خود تشریف لے گئے اور مناظرہ و مباحثہ کے بعد راضی کر کے سب کو کوفہ لے آئے۔ یہاں یہ افواہ پھیل گئی کہ جناب امیرؓ نے ان کی خاطر داری کے لئے تحکیم کو کفر تسلیم کر کے اس سے توبہ کی ہے۔ حضرت علیؓ کے کان میں اس کی بھنک پہنچی تو آپ نے خطبہ دے کر اس کی تکذیب کی اور فرمایا کہ پہلے ان ہی لوگوں نے جنگ ملتوی کرنے پر مجبور کیا، پھر تحکیم پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور اب چاہتے ہیں کہ عہد شکنی کر کے قبل از فیصلہ پھر جنگ شروع کر دوں۔ خدا کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا۔ حاضرین میں اس جماعت کے لوگ بھی موجود تھے وہ سب ایک ساتھ چلا اُٹھے لاحکم الا اللہ یعنی فیصلہ کا حق صرف اللہ کو ہے اور ایک شخص نے سامنے آ کر نہایت بلند آہنگی سے کہا:

besturdubooks.wordpress.com

وَلَقَدْ اُوحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (زمر-۶۵)

اے محمد! تم اور تمہارے قبل انبیاء پر یہ وحی بھیجی گئی کہ اگر تم نے خدا کی ذات میں دوسرے کو شریک بنایا تو تمہارے سب اعمال بے کار ہو جائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گے۔

حضرت علیؓ نے برجستہ جواب دیا:

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ (روم ۶)

تو صبر کر، خدا کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تیرا استخفاف نہ کریں۔

غرض رفتہ رفتہ اس جماعت نے ایک مستقل فرقہ کی صورت اختیار کر لی۔ دومۃ الجندل کی تحکیم کا افسوس ناک نتیجہ ملک میں شائع ہوا تو اس فرقہ نے جناب مرتضیٰ کی بیعت توڑ کر عبداللہ بن وہب الراسبی کے ہاتھ پر بیعت کی اور کوفہ، بصرہ، انبار اور مدائن وغیرہ میں جس قدر اس فرقہ کے لوگ موجود تھے وہ سب نہروان میں جمع ہوئے اور عام طور پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔

خارجیوں کا عقیدہ تھا کہ معاملات دین میں سرے سے حکم مقرر کرنا کفر ہے۔ پھر ان دونوں حکم نے جس طریقہ پر اس کا فیصلہ کیا اس کے لحاظ سے خود وہ دونوں اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہیں اور اس عقیدہ سے جس کو اتفاق نہ ہو اس کا خون مباح ہے۔ چنانچہ انہوں نے عبداللہ بن خباب اور ان کی اہلیہ کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا۔ اسی طرح ام سنان اور صیداویہ کو مشق ستم بنایا اور جو انہیں ملا اس کو یا تو اپنا ہم خیال بنا کر چھوڑا یا موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت علیؓ کو ان جگر خراش واقعات کی اطلاع ہوئی تو حارث بن مرہ کو دریافتِ حال کے لئے بھیجا۔ خارجیوں نے ان کا بھی کام تمام کر دیا۔

جناب مرتضیٰؓ اس وقت نئے سرے سے شام پر فوج کشی کی تیاری فرما رہے تھے لیکن جب خارجیوں کی سرکشی اور قتل و غارت اس حد تک پہنچ گئی تو اس ارادہ کو ملتوی کر کے ان خارجیوں کی تنبیہ کے لئے نہروان کا قصد کرنا پڑا۔

معرکۂ نہروان

نہروان پہنچ کر حضرت ابوایوبؓ انصاری اور قیس بن سعد بن عبادہؓ کو خارجیوں کے پاس بھیجا کہ وہ بحث و مباحثہ کر کے ان کو ان کی غلطی پر متنبہ کریں۔ جب ان دونوں کو ناکامی ہوئی تو خارجیوں کے ایک سردار ابن الکوا کو بلا کر خود ہر طرح سمجھایا، لیکن ان کے قلوب تاریک ہو چکے تھے، اس لئے ارشاد و ہدایت کے تمام مساعی ناکام رہے اور جناب امیرؓ نے مجبور ہو کر فوج کو

besturdubooks.wordpress.com

تیاری کا حکم دیا۔ میمنہ پر حجر بن عدی، میسرہ پر شیث بن ربعی، پیادہ پر حضرت ابوقتادہؓ انصاری اور سواروں پر حضرت ابوایوبؓ کو متعین کر کے باقاعدہ صف آرائی کی۔

خارجیوں میں ایک جماعت ایسی تھی جس کو حیدر کرارؓ سے جنگ آزمائی ہونے میں پس و پیش تھا، اس لئے جب لڑائی شروع ہوئی تو تقریباً (۵۰۰) پانچ سو آدمیوں نے الگ ہو کر بندنجین کی راہ لی، ایک بڑا گروہ کوفہ چلا گیا اور ایک ہزار آدمیوں نے توبہ کر کے علم حیدری کے نیچے پناہ لی اور عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ صرف چار ہزار خارجی باقی رہ گئے، لیکن یہ سب منتخب اور جانباز تھے اس لئے انہوں نے میمنہ اور میسرہ پر اس زور کا حملہ کر دیا کہ اگر جاں نثارانِ علیؓ میں غیر معمولی ثبات و استقلال نہ ہوتا تو ان کا روکنا سخت مشکل تھا۔ خارجیوں کی حالت یہ تھی کہ ان کے اعضاء کٹ کٹ کر جسم سے علیحدہ ہو جاتے تھے لیکن ان کی حملہ آوری میں فرق نہیں آتا تھا، شریح بن ابی ادنیٰ کا ایک پاؤں کٹ گیا تو تنہا ایک ہی پاؤں پر کھڑا ہو کر لڑتا رہا۔ اسی طرح خارجی ایک ایک کر کے کٹ کر مر گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے خارجی مقتولین میں اس شخص کو تلاش کرنا شروع کیا جسکے متعلق رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ تمام علامات کے ساتھ ایک لاش برآمد ہوئی تو فرمایا ''اللہ اکبر! خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے کس قدر صحیح ارشاد فرمایا تھا۔''

جنگ نہروان سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا لیکن اشعث بن قیس نے کہا ''امیر المؤمنین! ہمارے ترکش خالی ہو گئے ہیں، تلواروں کی دھاریں مُڑ گئی ہیں، نیزوں کے پھل خراب ہو گئے ہیں، اس لئے ہم کو دشمن پر فوج کشی کرنے سے پہلے اسباب و سامان درست کر لینا چاہیے۔'' جناب امیرؓ نے اشعث کی رائے کے مطابق نخیلہ میں پڑاؤ کر کے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔ لیکن لوگ تیار ہونے کے بجائے آہستہ آہستہ دس دس بیس بیس کوفہ کھسکنے لگے، یہاں تک کہ آخر میں کل ایک ہزار کی جمعیت ساتھ رہ گئی۔ حضرت علیؓ نے یہ رنگ دیکھا تو سرِ دست شام پر فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا اور کوفہ واپس جا کر اقامت اختیار کی۔

مصر کے لئے کشمکش

پہلے گزر چکا ہے کہ جناب مرتضیٰؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ عہدِ عثمانی کے تمام عمال کو معزول کر کے نئے عمال مقرر کئے تھے۔ چنانچہ مصر کی ولایت حضرت قیسؓ بن سعد انصاری کے سپرد ہوئی تھی۔ انہوں نے حکمتِ عملی سے تقریباً تمام اہل مصر کو جناب امیرؓ کی خلافت پر راضی کر کے اُن سے آپ کی بیعت لے لی صرف قصبۂ خرتبا کے لوگوں کو تامل ہوا اور انہوں نے کہا جب تک معاملات یکسو نہ ہو جائیں اس وقت تک ان سے بیعت کے لئے اصرار نہ کیا جائے۔ البتہ والی مصر کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کریں گے اور نہ ملک کے امن وسکون

besturdubooks.wordpress.com

کوصدمہ پہنچائیں گے۔ قیس بن سعد نہایت پختہ کار اور صاحب تدبیر تھے، انہوں نے اس بھڑ کے چھتے کو چھیڑنا خلاف مصلحت سمجھا اور انہیں امن وسکون کی زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی۔ اس رواداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ خرتبا مطیع وفرماں بردار ہوگئے اور خراج وغیرہ ادا کرنے میں انہوں نے کبھی کوئی جھگڑا نہیں کیا۔

جنگِ صفین کی تیاریاں شروع ہوئیں تو امیر معاویہؓ کو خوف ہوا کہ اگر وہ دوسری طرف سے قیس بنؓ سعد اہل مصر کو لے کر شام پر چڑھ آئے تو بڑی دقت کا سامنا ہوگا اس لئے انہوں نے قیس بن سعدؓ کو خط لکھ کر اپنا طرف دار بنانا چاہا۔ قیس بن سعدؓ نے دنیا سازی کے طور پر نہایت گول جواب دے کر ٹال دیا۔ امیر معاویہؓ فوراً اس کو تاڑ گئے اور ان کو لکھا کہ تم مجھے دھوکہ دینا چاہتے ہو، مجھ جیسا شخص کبھی تمہارے دامِ فریب کا شکار نہیں ہوسکتا، افسوس! تم اس کو فریب دیتے ہو جس کا ادنیٰ سا اشارہ مصر کو پامال کرسکتا ہے۔ قیس بن سعدؓ نے اس تحریر کا جواب نہایت سخت دیا اور لکھا کہ تمہاری دھمکی سے نہیں ڈرتا، خدا نے چاہا تو خود تمہاری اپنی جان کے لالے پڑ جائیں گے۔

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت بلند پایہ اور ذی اثر بزرگ تھے۔ رسول مقبول ﷺ کے ساتھ اکثر غزوات میں انصار کے علم بردار رہے تھے۔ امیر معاویہؓ نے جب دیکھا کہ اُن کے مقابلہ میں کچھ پیش نہ جائے گی تو انہوں نے ان کے مصر سے ہٹانے کی تدبیر کی ان کے متعلق مشہور کردیا کہ قیس بن سعدؓ میرے طرفدار ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ افواہ دربارِ خلافت میں پہنچی، محمد بن ابی بکرؓ وغیرہ نے اس کو اور بھی بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور اہلِ خرتبا کو بیعت نہ کرنے کا واقعہ ثبوت میں پیش کیا۔

جناب امیرؓ نے اس افواہ سے متاثر ہوکر قیس بن سعدؓ کو خرتبا والوں سے بیعت کے لئے لڑنے کا حکم دیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ خرتبا تقریباً دس ہزار نفوس کی آبادی ہے اس میں بسر بن ارطاۃ، مسلمہ بن مخلد اور معاویہ بن خدیج جیسے جنگ آزما بہادر موجود ہیں، ان سے لڑائی خریدنا مصلحت نہیں ہے جب دربارِ خلافت سے مکرر اصرار ہوا تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ قیس کی جگہ محمد بن ابی بکرؓ والیٔ مصر مقرر ہوئے۔ یہ کمسن ناتجربہ کار تھے، ان کے طرزِ عمل نے مصر میں شورش وبے چینی کی آگ بھڑکا دی اور انہوں نے خرتبا والوں سے چھیڑ کر کے اُن کو آمادۂ پرخاش کردیا۔ حضرت علیؓ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے معرکۂ صفین کے بعد اشتر نخعی کو مصر روانہ کیا کہ وہ محمد بن ابی بکرؓ کو سبکدوش کر کے ملک کے حالات درست کریں۔ لیکن امیر معاویہؓ نے راستے میں زہر دلا کر اشتر نخعی کا کام تمام کرادیا اور عمر بن العاصؓ کے ماتحت ایک زبردست مہم مصر روانہ کی۔ محمد بن ابی بکرؓ کے لئے اس فوج کا مقابلہ نہایت دشوار تھا تاہم دو ہزار کی جمعیت فراہم کرا کے وہ اس جانبازی سے لڑے کہ عمرو بن العاصؓ کو معاویہ بن خدیج ... خرتبا کی ... طلب کرنی پڑی۔ لیکن

besturdubooks.wordpress.com

اس دوران امیر معاویہؓ نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ آ کر پیچھے سے گھیر لیا اور محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھی یا تو مارے گئے یا جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ محمد بن ابی بکرؓ نے بھی ایک ویران کھنڈر میں پناہ لی لیکن عمرو بن العاصؓ کے جاسوسوں نے ڈھونڈ نکالا اور معاویہ بن خدیج نے نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کر کے لاش کو ایک مردہ گدھے کے پیٹ میں ڈال کر جلا دیا۔ اس افسوسناک طریقہ پر ۳۸ھ میں مصر کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اور حضرت علیؓ اپنی مجبوریوں کے باعث محمد بن ابی بکرؓ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔

اسی سال یعنی ۳۸ھ میں امیر معاویہؓ نے اہل بصرہ کو جناب مرتضیٰؓ کی اطلاع سے برگشتہ کر کے اپنی حکومت کا طرفدار بنانے کے لئے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ بھیجا۔ عبداللہ کو اس مہم میں بڑی کامیابی ہوئی۔ قبیلۂ بنو تمیم اور تقریباً تمام اہل بصرہ نے اس دعوت کو لبیک کہا اور حضرت علیؓ کے عامل زیاد کو بصرہ چھوڑ کر حدان میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ بارگاہِ خلافت کو اس کی اطلاع ہوئی تو حضرت علیؓ نے عین بن ضبیعہ کو ابن حضرمی کی ریشہ دوانیوں کے انسداد پر مامور کیا لیکن قبل اس کے کہ انہیں کامیابی ہو، امیر معاویہؓ کے ہوا خواہوں نے ناگہانی طور پر قتل کر دیا۔ عین بن ضبیعہ کے بعد جناب امیر نے جاریہ بن قدامہ کو ابن حضرمی کی سرکوبی پر مامور کیا۔ انہوں نے نہایت حکمت عملی کے ساتھ بصرہ پہنچ کر حضرمی اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا اور ان کی پناہ گاہ کو نذر آتش کر کے خاک سیاہ کر دیا اور اہلِ بصرہ نے دوبارہ اطاعت قبول کر لی۔ امیر المؤمنین کے ترحم نے عفو عام کا اعلان کیا۔

بغاوتوں کا استیصال

جنگِ نہروان میں گو خارجیوں کا زور ٹو؟ٹ چکا تھا تاہم ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں ملک میں موجود تھیں اور اپنی ریشہ دوانیوں سے روز ایک نہ ایک فتنہ برپا کرتی رہتی تھیں۔ چنانچہ ایک خارجی خریت بن راشد کا صرف یہ کام تھا کہ وہ مجوسیوں، مرتدوں اور نو مسلموں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر ملک میں ہر طرف لوٹ مار کرتا پھرتا تھا اور ہر جگہ ذمیوں کو بھڑکا کر بغاوت کرا دیتا تھا۔ حضرت علیؓ نے زیاد بن حفصہ اور ایک روایت کے مطابق معقل بن قیس کو جب رامہرمز سے روانہ ہوئے تو ان لوگوں نے دور تک مشایعت کی۔ ایرانی مردوں اور عورتوں نے خدا حافظ کہا اور ان کی جدائی پر بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

امیر معاویہؓ کا جارحانہ طریق عمل

جنگِ صفین کے التواء اور مسئلہ تحکیم نے ایک طرف تو حضرت علیؓ کی جماعت میں تفریق و اختلاف ڈال کر خارجیوں کو پیدا کر دیا اور دوسری طرف اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوا کہ آپ کے

besturdubooks.wordpress.com

مخصوص ہمدموں اور جانثاروں کے عزم وارادے بھی پست ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر وہ جنگ سے پہلو تہی کرنے لگے۔ جناب امیرؓ نے بارہا شام پر چڑھائی کا قصد کیا۔ پر جوش خطبوں سے اپنے ساتھیوں کو حمایتِ حق کی دعوت دی اور طعن آمیز جملوں سے ان کی رگِ غیرت کو جوش میں لانے کی کوشش کی لیکن شیعانِ علیؓ کے دل ایسے پژمردہ ہو گئے تھے اور ان کی ہمتیں ایسی پست ہو چکی تھیں کہ پھر وہ کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ اس سلسلے کے جو خطبے حضرت علیؓ کی طرف منسوب اور نہج البلاغۃ میں موجود ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کو اپنے حامیوں اور طرفداروں کی اس سرد مہری کا کتنا صدمہ تھا۔ امیر معاویہؓ اس حقیقتِ حال سے ناواقف نہ تھے۔ انہوں نے شیعانِ علیؓ کی پست ہمتی سے فائدہ اٹھا کر مدافعت کے بجائے اب جارحانہ قدم اُٹھایا اور ۳۹ھ میں فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے حجاز، عراق اور جزیرہ میں پھیلا دیئے کہ وہ بدامنی پھیلا کر جناب مرتضیٰؓ کی پریشانیوں میں اضافہ کریں۔ چنانچہ نعمان بن بشر نے دو ہزار کی جمعیت سے عین التمر پر، سفیان بن عوف نے چھ ہزار کی فوج سے انبار اور مدائن وغیرہ پر، عبداللہ بن مسعدہ فزاری نے ایک ہزار سات سو آدمیوں سے تیماء پر، ضحاک بن قیس نے واقصہ کے نشیبی حصہ پر اور امیر معاویہؓ نے دجلہ کے ساحلی علاقوں پر حملہ کر کے بیت المال لوٹ لیا اور شیعانِ علیؓ کو تہ تیغ کر کے لوگوں کو اپنی حکومت کے سامنے گردنِ اطاعت خم کرنے پر مجبور کر دیا۔

کرمان وفارس کی بغاوتوں کو فرو کرنا

حیدرِ کرارؓ کی ہمت مردانہ نے گو بہت جلد امیر معاویہؓ کے حملہ آور دستوں کو ممالکِ مقبوضہ سے نکال دیا، تاہم اس سے ایک عام بدامنی اور بے رُعبی پیدا ہو گئی۔ کرمان وفارس کے عجمیوں نے بغاوت کر کے خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اکثر صوبوں نے اپنے یہاں کے علوی نکال دیئے اور ذمیوں نے خود سری اختیار کر لی۔ حضرت علیؓ نے اس عام بغاوت کے فرو کرنے کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ لوگوں نے عرض کی، زیاد بن ابیہ سے زیادہ اس کام کے لئے کوئی شخص موزوں نہیں ہوسکتا، اس لئے زیاد اس مہم پر مامور ہوئے۔ انہوں نے بہت جلد کرمان، فارس اور تمام ایران میں بغاوت کی آگ فرو کر کے امن وسکون پیدا کر دیا۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے ایرانی باغیوں کے ساتھ اس لطف و مدارت کا سلوک کیا کہ ایران کا بچہ بچہ منت پذیری کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ ایرانیوں کا خیال تھا کہ امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب کے طریق جہانبانی نے شیروانی طرزِ حکومت کی یاد بھلا دی۔

فتوحات

گذشتہ حالات سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کو اندرونی شورشوں اور خانگی

besturdubooks.wordpress.com

جھگڑوں کے دبانے سے اتنی فرصت نہ مل سکی کہ وہ اسلام کے فتوحات کے دائرے کو بڑھا سکتے۔ تاہم آپ بیرونی امور سے غافل نہ رہے۔ چنانچہ سیستان اور کابل کی سمت میں بعض عرب خودمختار ہو گئے تھے، ان کو قابو میں کر کے آگے قدم بڑھایا(۱)۔ اور ۳۸ھ میں بعض مسلمانوں کو بحری راستہ سے ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی۔ اس وقت کوکن بمبئی کا علاقہ سندھ میں شامل تھا۔ مسلمان رضا کار سپاہیوں نے سب سے پہلے اسی عہد کوکن پر حملہ کیا(۲)۔

حجاز اور عرب کے قبضہ کے لئے کشمکش

امیر معاویہؓ نے ۴۰ھ میں پھر از سرِ نو چھیڑ چھاڑ شروع کی اور بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ حجاز روانہ کیا۔ اُس نے بغیر کسی مزاحمت و جنگ کے مکہ اور مدینہ پر قبضہ کر کے یہاں کے باشندوں سے زبردستی امیر معاویہؓ کے لئے بیعت لی۔ پھر وہاں سے یمن کی طرف بڑھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے پہلے سے پوشیدہ طور پر یمن کے عامل عبیداللہ بن عباسؓ کو بسر بن ابی ارطاۃ کے حملہ کی اطلاع کر دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ جو لوگ معاویہؓ کی حکومت تسلیم کرنے میں لیت ولعل کرتے ہیں وہ ان کو نہایت بے دردی سے تہ تیغ کر دیتا ہے۔ عبیداللہ بن عباسؓ نے اپنے کو اس مقابلہ سے عاجز دیکھ کر عبداللہ بن عبدالمدان کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود دربارِ خلافت سے مدد طلب کرنے کے لئے کوفہ کی راہ لی۔ بسر بن ابی ارطاۃ نے یمن پہنچ کر نہایت بے دردی کے ساتھ عبیداللہ بن عباسؓ کے دو صغیر السن بچوں اور شیعانِ علیؓ کی ایک بڑی جماعت کو قتل کر دیا۔

دوسری طرف شامی سواروں نے سرحد عراق پر تر کتاز شروع کر دی اور یہاں کی محافظ سپاہ کو شکست دے کر انبار پر قبضہ کر لیا۔ حضرت علیؓ کو بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم کا حال معلوم ہوا تو آپ نے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو چار ہزار جمعیت کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے یمن وحجاز کی مہم پر مامور کیا اور کوفہ کی جامع مسجد میں پر جوش خطبے دے کر لوگوں کو حدودِ عراق سے شامی فوج نکال دینے پر ابھارا، اور یہ تقریریں ایسی مؤثر تھیں کہ اہل کوفہ کے مردہ قلوب میں بھی فوری طور پر روح پیدا ہو گئی اور ہر گوشہ سے صدائے لبیک بلند ہوئی، لیکن جب کوچ کا وقت آیا تو صرف سو آدمی رہ گئے۔ جناب مرتضیٰؓ کو اہل کوفہ کی اس بے حسی پر نہایت صدمہ ہوا۔ حجر بن عدی اور سعید بن قیس ہمدانی نے عرض کی، امیر المؤمنین! بغیر تشدد کے لوگ راہ پر نہ آئیں گے۔ عام منادی کرادیں کہ بلا استثناء ہر شخص کو میدان جنگ کی طرف چلنا پڑے گا اور جو اس میں تساہل یا اعراض سے کام لے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ اب صورتِ حال ایسی تھی کہ اس مشورہ پر عمل کرنے کے سوا چارہ نہ تھا اس لئے حضرت علیؓ نے اس کا اعلانِ عام کر دیا اور معقل کو رساتیق بھیجا کہ وہاں

❶ فتوح البلدان بلاذری باب سیستان وکابل ❷ ایضاً ذکر فتوح السند

besturdubooks.wordpress.com

سے جس قدر بھی سپاہی مل سکیں جمع کر کے لے آئیں۔ لیکن یہ تیاریاں ابھی حد تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار نے جام شہادت پلا دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس جانگداز واقعہ اور اندوہناک سانحہ کی تفصیل یہ ہے کہ واقعۂ نہروان کے بعد چند خارجیوں نے حج کے موقع پر مجتمع ہو کر مسائل حاضرہ پر گفتگو شروع کی اور بحث و مباحثہ کے بعد بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ جب تک تین آدمی علیؓ، معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ صفحۂ ہستی پر موجود ہیں دنیائے اسلام کو خانہ جنگیوں سے نجات نصیب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تین آدمی ان تینوں کے قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم نے کہا کہ میں علیؓ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں، اسی طرح نزال نے معاویہؓ اور عبداللہ نے عمروؓ بن العاص کے قتل کا بیڑہ اٹھایا۔ اور تینوں اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ کوفہ پہنچ کر ابن ملجم کے ارادہ کو قطعام نامی ایک خوب صورت خارجی عورت نے اور زیادہ مستحکم کر دیا۔ اس مہم میں کامیاب ہونے کے بعد اس سے شادی کا وعدہ کیا اور جناب مرتضیٰؓ کے خون کا مہر قرار دیا۔

غرض رمضان ۴۰ھ میں تینوں نے ایک ہی روز صبح کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ اتفاقی طور پر بچ گئے۔ امیر معاویہؓ پر وار اوچھا پڑا۔ عمرو بن العاصؓ اس دن امامت کے لئے نہیں آئے تھے۔ ایک اور شخص ان کا قائم مقام ہوا تھا وہ عمرو بن العاص کے دھوکہ میں مارا گیا۔ جناب مرتضیٰؓ کا پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا تھا، آپ مسجد میں تشریف لائے اور ابن ملجم کو جو مسجد میں آ کر سو رہا تھا، جگایا۔ جب آپ نے نماز شروع کی اور سر سجدہ میں اور دل راز و نیاز الٰہی میں مصروف تھا کہ اسی حالت میں شقی ابن ملجم نے تلوار کا نہایت کاری وار کیا، سر پر زخم آیا اور ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا(۱)۔ حضرت علیؓ اتنے سخت زخمی ہوئے تھے کہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی اس لئے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بلا کر نہایت مفید نصائح کئے اور محمد بن حنفیہ کے ساتھ لطف و مدارت کی تائید کی۔ جندب بن عبداللہ نے عرض کی امیر المؤمنین! آپ کے بعد ہم لوگ امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں، فرمایا اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تم لوگ خود اس کو طے کرو۔ اس کے بعد مختلف وصیتیں کی، قاتل کے متعلق فرمایا کہ معمولی طور پر قصاص لینا(۲)۔

تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی اس لئے نہایت تیزی کے ساتھ اس کا اثر تمام جسم میں سرایت کر گیا اور اسی روز یعنی ۲۰، رمضان ۴۰ھ جمعہ کی رات کو یہ فضل و کمال اور رشد و ہدایت کا آفتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ حضرت امام حسنؓ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی۔ نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کیں اور عزی، نام کوفہ کے ایک قبرستان میں سپرد خاک کیا۔

---

❶ طبری ص ۳۴۵۷ و ۳۴۵۸ ❷ ایضاً ص ۳۴۶۱

besturdubooks.wordpress.com

کارنامے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا پورا زمانہ خانہ جنگی اور شورش کی نذر رہا اور اس پنج سالہ مدت میں آپ کو ایک لمحہ بھی سکون واطمینان کا نصیب نہ ہوا۔ اس لئے آپ کے زمانہ میں فتوحات کا دروازہ تقریباً بند ہو گیا۔ ملکی انتظام کی طرف بھی توجہ کرنے کی فرصت ان کو نہ مل سکی۔ لیکن ان گوں ناگوں مشکلات کے باوجود جناب مرتضیٰؓ کی زندگی عظیم الشان کارناموں سے مملو ہے لیکن ان کارناموں پر نظر پڑنے سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ خلافتِ مرتضوی میں اس قدر افتراق، اختلاف اور شر وفساد کے اسباب کیا تھے؟ حضرت علیؓ نے کس تحمل، استقلال اور سلامت روی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

خلافتِ مرتضوی پر ایک نظر

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جناب مرتضیٰؓ نے جس وقت مسند خلافت پر قدم رکھا ہے اس وقت نہ صرف دار الخلافہ بلکہ تمام دنیائے اسلام پر آشوب تھی، حضرت عثمانؓ کی شہادت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، اس نے مسلمانوں کے جذبۂ غیض وغضب کو مشتعل کر دیا۔ یہاں تک کہ جو لوگ آپ کے طرزِ حکومت کو ناپسند کرتے تھے، انہوں نے بھی مفسدین کی اس جسارت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ، طلحہؓ اور خود ام المومنین حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمانؓ کی حکومت سے شاکی ہونے کے باوجود قصاص کا علم بلند کیا۔

دوسری طرف شام میں بنوامیہ امیر معاویہؓ کے زیرِ سیادت خلافت راشدہ کو اپنی سلطنت میں تبدیل کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، ان کے لئے اس سے زیادہ بہتر موقع کیا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے بغیر کسی تامل کے ہر ممکن ذریعہ سے تمام شام میں خلیفۂ ثالث کے انتقام کا جوش پیدا کر کے حضرت علیؓ کے خلاف ایک عظیم الشان قوت پیدا کر لی اور حسب ذیل وجہ کو آڑ بنا کر میدان میں اُترے:

۱۔ حضرت علیؓ نے مفسدین کے مقابلہ میں حضرت عثمانؓ کو مدد نہیں دی۔

besturdubooks.wordpress.com

۲۔ اپنی خلافت میں قاتلین عثمانؓ سے قصاص نہیں لیا۔

۳۔ محاصرہ کرنے والوں کو قوتِ بازو بنایا اور ان کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔

یہ وجوہ تمام خانہ جنگیوں کی بناء قرار پائے، اس لئے غور کرنا چاہئے کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے اور جناب مرتضیٰؓ کس حد تک اس میں معذور تھے۔

پہلا سبب یعنی مفسدین کے مقابلہ میں مدد نہ دینے کا الزام صرف حضرت علیؓ ہی پر نہیں بلکہ حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، سعد وقاصؓ اور تمام اہل مدینہ پر عائد ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کو یہ منظور ہی نہ تھا کہ ان کے عہد میں خانہ جنگی کی ابتداء ہو۔ چنانچہ انصار کرام، بنوامیہ اور دوسرے وابستگانِ خلافت نے جب اپنے کو جاں نثاری کے لئے پیش کیا تو حضرت عثمانؓ نے نہایت سختی کے ساتھ کشت وخون سے منع کر دیا۔

جناب مرتضیٰؓ نے اس باب میں جو کچھ کیا، ان کے لئے اس سے زیادہ ممکن نہ تھا، چنانچہ پہلی مرتبہ آپ ہی نے مفسدین کو راضی کر کے واپس کیا تھا لیکن جب دوسری مرتبہ وہ پھر لوٹے تو مروان کی غداری نے ان کی آتش غیظ وغضب کو اس قدر بھڑکا دیا تھا کہ کسی قسم کی سفارش کارگر نہیں ہوسکتی تھی۔ ام المؤمنین، ام حبیبہؓ نے محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمانؓ کے پاس کھانے پینے کا کچھ سامان پہنچانا چاہا، تو مفسدین نے ان کا بھی پاس ولحاظ نہ کیا اور گستاخانہ مزاحمت کی اسی طرح حضرت علیؓ نے سفارش کی کہ آب ودانہ کی بندش نہ کی جائے تو ان شوریدہ سروں نے نہایت سختی سے انکار کیا۔ جناب امیرؓ کو اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ عمامہ پھینک کر اسی وقت واپس چلے آئے (۱)۔ اور تمام معاملات سے قطع تعلق کر کے عزلت نشین ہو گئے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اگر حضرت عثمانؓ محصور تھے تو دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ بھی آزاد نہ تھے اور مفسدین نے ان لوگوں کی نقل وحرکت پر نہایت سخت نگرانی قائم کر دی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ نے اپنے پدر گرامی سے عرض کی کہ اگر آپ میری گذارش پر عمل کر کے محاصرہ کے وقت مدینہ چھوڑ دیتے تو مطالبۂ قصاص کا جھگڑا آپ کے سر نہ پڑتا۔ اس وقت جنابِ امیر نے یہی جواب دیا تھا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں اس وقت آزاد تھا یا مقید (۲)۔

البتہ قاتلوں کو سزا دینے کا الزام ایک حد تک لائق بحث ہے، اصل یہ ہے کہ اگر قاتل سے مراد وہ اشخاص ہیں جنہوں نے براہِ راست قتل میں حصہ لیا تو بے شک انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانا حضرت علیؓ کا فرض تھا، لیکن جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، پوری تفتیش وتحقیقات کے باوجود اُن کا سراغ نہ ملا۔ اگر قاتل کا لفظ تمام محاصرہ کرنے والوں پر مشتمل ہے جیسا کہ امیر معاویہؓ وغیرہ کے مطالبہ

(۱) طبری ص ۳۰۸۰ (۲) ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۱

besturdubooks.wordpress.com

سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے قصاص میں ہزاروں آدمیوں کا خون نہیں بہایا جا سکتا تھا اور نہ شریعت اس کی اجازت دیتی تھی، اس بڑی جماعت میں بعض صحابۂ کرام اور بہت سے صلحائے روزگار بھی شامل تھے جن کا مطمعِ نظر صرف طلبِ اصلاح تھا، ان لوگوں کو قتل کر دینا یا امیر معاویہؓ کے خنجرِ انتظام کے نیچے دے دینا صریحاً ظلم تھا۔

امر سوم یعنی محاصرہ کرنے والوں کو قوتِ بازو بنانے اور ان کو بڑے بڑے عہدے دینے کا الزام ایک حد تک صحیح ہے لیکن حضرت علیؓ اس میں مجبور تھے۔ اس وقت دنیائے اسلام میں تین فرقے پیدا ہو گئے تھے۔

شیعۂ عثمانؓ، یعنی عثمانی فرقہ جو اعلانیہ جنابِ امیرؓ کا مخالف اور اپنی ایک مستقل سلطنت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔

دوسرا گروہ اکابر صحابہؓ کا تھا جو اگرچہ حضرت علیؓ کو برحق سمجھتا تھا، لیکن اپنے ورع وتقویٰ کے باعث خانہ جنگی میں حصہ لینا پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت علیؓ نے مدینہ سے کوفہ کا قصد کیا اور صحابۂ کرام سے چلنے کے لئے کہا تو بہت سے محتاط صحابہ نے معذرت کی۔ حضرت سعد وقاصؓ نے کہا، ''مجھے ایسی تلوار دیجئے جو مسلم وکافر میں امتیاز رکھے، میں صرف اسی صورت میں جانبازی کے لئے حاضر ہوں۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا، خدا کے لئے مجھے ایک ناپسندیدہ فعل کے لئے مجبور نہ کیجئے۔ حضرت محمد ابن مسلمہؓ نے کہا کہ قبل اس کے کہ میری تلوار کسی مسلم کا خون گرائے اس زور سے اسے جبل اُحد پر پٹک ماروں گا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے عرض کی امیر المؤمنین! مجھے معاف کیجئے، میں نے عہد کیا کہ کسی کلمہ گو کے خون سے اپنی تلوار رنگین نہ کروں گا۔ غرض یہ گروہ عملی اعانت سے قطعی کنارہ کش تھا۔

تیسرا گروہ شیعانِ علیؓ کا تھا جس میں ایک بڑی جماعت ان لوگوں کی تھی جو یا تو خود محاصرہ میں شریک تھے یا وہ ان کے زیر اثر تھے۔ اس لئے جناب امیر خواہ مخواہ بے رُخی کر کے اس بڑی جماعت کو قصداً اپنا دشمن نہیں بنا سکتے تھے، تاہم آپ نے ان لوگوں کو مقرب خاص بنایا جو درحقیقت اس کے اہل تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ ایک بلند پایہ صحابی اور مقبول بارگاہِ نبوت تھے۔ محمد بن ابی بکرؓ خلیفہ اول کے صاحبزادے اور آغوشِ حیدرؓ کے تربیت یافتہ تھے۔ اسی طرح اشتر نخعی ایک صالح نیک سیرت اور جاں نثار تابعی تھے۔

غرض اسباب وعلل جو بھی رہے ہوں اور ان کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ جنابِ مرتضیٰؓ کی مسند نشینی کے ساتھ ہی یکا یک دُنیائے اسلام میں افتراق واختلاف کی آگ بھڑک اُٹھی اور شیرازہ ملی اس طرح بکھر گیا کہ جناب مرتضیٰؓ کی سعی اور جد وجہد کے باوجود پھر اوراقِ پریشاں

besturdubooks.wordpress.com

کی شیرازہ بندی نہ ہوسکی اور روز بروز مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا اور اسلام کے سرشتۂ نظام میں فرقہ آرائی اور جماعت بندی کی ایسی گرہ پڑ گئی جو قیامت تک کسی کے ناخنِ تدبیر سے حل نہیں ہوسکتی۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے جب عنانِ خلافت ہاتھ میں لی تھی تو اس وقت دنیائے اسلام نہایت پرآشوب تھی لیکن دونوں حالتوں میں بین فرق ہے۔ صدیق اکبرؓ کے سامنے گو مصائب کا طوفان امنڈ رہا تھا، لیکن یہ کفر وارتداد اور اسلام کا مقابلہ تھا، اس لئے سارے مسلمان اس کے مقابلہ میں متحد تھے۔ کل صحابہ ان کے معین و مددگار تھے، پھر خود حریف طاقتوں میں ہوا و ہوس اور باطل پرستی کی وجہ سے کوئی استقلال نہ تھا اس لئے ان کو زیر کر لینا نسبتاً آسان تھا، اس کے برخلاف جناب امیرؓ کے مقابلہ میں جو لوگ تھے وہ نہ صرف مسلمان تھے بلکہ ان میں آنحضرت ﷺ کی محبوب حرم حضرت عائشہؓ صدیقہ، آپ کے پھوپھی زاد اور ہم زلف وحواریٔ رسول حضرت زبیر بن العوامؓ، متبشر بالجنۃ صحابی اور غزوۂ احد کے ہیرو جن کا آنحضرت کی حفاظت میں سارا بدن چھلنی ہوگیا تھا اور اس صلہ میں انہیں بارگاہِ نبوت سے خیر کا لقب ملا تھا، جیسے اکابر اُمت تھے۔ ان کے علاوہ امیر معاویہؓ والیٔ شام جیسے مدبر تھے۔ جنہیں آنحضرت ﷺ سے قرابت داری کا بھی شرف حاصل تھا اور عمرو بن العاصؓ فاتح مصر جیسے سیاست دان تھے جن کی اسلام میں بڑی خدمات تھیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے کو برسرِ حق سمجھتا تھا۔ ساتھ ہی ان کو ایسے جاں نثار و وفا شعار ملے تھے جن کی مثالیں شیعانِ علیؓ میں کم تھیں اس لئے ان کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کا عہدہ برآ ہونا بہت دشوار تھا۔

حضرت علیؓ کی سیاسی ناکامی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ وہ جس زہد و اتقاء، دینداری، امانت، عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے تھے اور لوگوں کو جس راستہ پر لے جانا چاہتے تھے زمانہ کے تغیر اور حالات کے انقلاب سے لوگوں کے قلوب میں اس کی صلاحیت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ایک طرف امیر معاویہؓ اپنے طرفداروں کے لئے بیت المال کا خزانہ لٹا رہے تھے دوسری طرف حضرت علیؓ ایک ایک خرمہرہ کا حساب لیتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ حضرت علیؓ کے طرفدار اور ان کے بعض اعزہ تک دل برداشتہ ہو کر اُن سے جدا ہو گئے تھے لیکن بہرحال حق، حق ہے اور باطل باطل، باطل کے مقابلہ میں حق کی شکست سے اس کی عظمت میں فرق نہیں آتا۔ اگر حضرت علیؓ ایسا نہ کرتے اور سیاسی حیثیت سے وہ کامیاب بھی ہو جاتے تو زہد وتقویٰ اور دیانت وامانت کی حیثیت میں وہ ناکام ہی ٹھہرتے۔ ان کی سیاسی ناکامی کا دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ ان کے طرفداروں اور حامیوں میں پورا اتحاد خیال اور کامل خلوص نہ تھا، اس جماعت میں ایک بڑا طبقہ عبداللہ بن سبا کے

besturdubooks.wordpress.com

پیروؤں کا تھا جس کا عقیدہ تھا کہ جناب مرتضیٰؓ رسول اللہ ﷺ کے وصی ہیں۔ پھر اس خیال نے یہاں تک ترقی کی کہ سبائی فرقہ کے لوگ حضرت علیؓ کو انسان سے بالاتر ہستی بلکہ بعض خدا تک کہنے لگے۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو عبرت انگیز سزائیں دیں، لیکن جو وباء پھیل چکی تھی اس کا دور کرنا آسان نہ تھا۔ اس فرقہ نے مذہب کے علاوہ سیاسی حیثیت سے بھی مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ واقعۂ جمل میں ممکن تھا کہ صلح ہو جاتی لیکن اسی جماعت نے پیش دستی کر کے جنگ شروع کر دی۔

دوسری جماعت قراء اور حفاظ قرآن کی تھی جو ہر معاملہ میں قرآن پاک کی لفظی پابندی چاہتی تھی، معنی اور مفہوم سے اس کو چنداں سروکار نہ تھا۔ چنانچہ واقعہ تحکیم کے بعد یہی جماعت خارجی فرقہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

حضرت علیؓ کے حاشیہ نشینوں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو درحقیقت جاں نثار و وفا شعار تھے لیکن معرکہ صفین میں کامل جد وجہد کے بعد درمقصود تک پہنچ کر غنیم کی چال سے محروم واپس آنا نہایت ہمت شکن واقعہ تھا، اس نے تمام جاں نثاروں کے حوصلے اور ارادے پست کر دیئے تھے۔ غرض ان تمام مشکلوں اور مجبوریوں کے باوجود جناب مرتضیٰؓ نے غیر معمولی ہمت واستقلال اور عدیم النظیر عزم وثبات کے ساتھ آخری لمحۂ حیات تک ان مشکلات ومصائب کا مقابلہ کر کے دنیا کے سامنے بے نظیر تحمل وسلامت روی کا نمونہ پیش کیا اور اپنی ناکامی کے اسباب کا مشاہدہ کرنے کے باوجود دیانت داری اور شریعت سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہ فرمایا۔ اگر آپ تھوڑی سی دنیاداری سے کام لیتے تو کامیاب ہو جاتے لیکن دین ضائع ہو جاتا، جس کا بچانا ایک خلیفۂ راشد اور جانشین رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا معرکہ اصلی فرض تھا۔

ملکی نظم ونسق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ انتظام مملکت میں حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے اور اس زمانہ کے انتظامات میں کسی قسم کا تغیر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نجران کے یہودیوں نے (جن کو فاروق اعظمؓ نے حجاز سے جلاوطن کر کے نجران میں آباد کرایا تھا) نہایت لجاجت کے ساتھ درخواست کی کہ ان کو پھر اپنے قدیم وطن میں واپس آنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت علیؓ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ عمرؓ سے زیادہ کون صحیح الرائے ہو سکتا ہے (۱)۔

عمال کی نگرانی

ملکی نظم ونسق کے سلسلہ میں سب سے اہم کام عمال کی نگرانی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کا

(۱) کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ومصنف ابن ابی شیبہ کتاب الغزوات

besturdubooks.wordpress.com

خاص اہتمام مدنظر رکھا، وہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تھے تو اس کو نہایت مفید اور گراں بہا نصائح کرتے تھے(۱)۔ وقتاً فوقتاً عمال وحکام کے طرزِ عمل کی تحقیقات کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ جب کعبؓ بن مالک کو اس خدمت پر مامور کیا تو یہ ہدایت فرمائی:

اخرج فی طائفة من	تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ
اصحابک حتی تمر بارض	ہوجاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال
السّواد کورة فتسالهم عن	کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر
عمالهم وتنظر فی سیرتهم (۲)	ڈالو۔

عمال کے اسراف اور مالیات میں ان کی بدعنوانیوں کی سختی سے باز پرس فرماتے تھے۔ ایک دفعہ اردشیر کے عامل مصقلہ نے بیت المال سے قرض لے کر پانچ سولونڈی اور غلام خرید کر آزاد کیے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؓ نے سختی کے ساتھ اس رقم کا مطالبہ کیا، مصقلہ نے کہا خدا کی قسم! عثمانؓ کے نزدیک اتنی رقم کا چھوڑ دینا کوئی بات نہ تھی، لیکن یہ تو ایک ایک حبہ کا تقاضہ کرتے ہیں اور ناداری کے باعث مجبور ہو کر امیر معاویہؓ کی پناہ میں چلے گئے۔ جناب امیر کو معلوم ہوا تو فرمایا:

برحه الله فعل فعل السید وفر	خدا اس کا برا کرے اس نے کام تو سید کا کیا
فرار العبد وخان خیانة الفاجر	لیکن غلام کی طرح بھاگا اور فاجر کی طرف
اما والله لوانه اقام فعجز مازدنا	خیانت کی، خدا کی قسم! اگر وہ مقیم ہوتا تو قید
علی حبس فان وجدنا له شیئاً	سے زیادہ اس کو سزا دیتا اور اگر اس کے
اخذناه وان لم نقدر علی مال	پاس کچھ ہوتو لیتا ورنہ معاف کر دیتا۔
ترکناه (۳)	

اس باز پرس سے آپ کے مخصوص اعزہ واقارب بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ عامل بصرہ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لی۔ حضرت علیؓ نے چشم نمائی فرمائی تو جواب دیا کہ میں نے ابھی اپنا پورا حق نہیں لیا ہے لیکن اس عذر کے باوجود وہ خائف ہو کر بصرہ سے مکہ چلے گئے (۴)۔

صیغۂ محاصل

حضرت علیؓ نے محاصل کے صیغہ میں خاص اصلاحات جاری کیں۔ آپ سے پہلے جنگل سے کسی قسم کا مالی فائدہ نہیں لیا جاتا تھا، آپ کے عہد میں جنگلات کو بھی محاصل ملکی کے ضمن میں داخل کیا گھا۔ چنانچہ برس کے جنگل پر چار ہزار درہم مال گذاری تشخیص کی گئی (۵)۔

❶ کتاب الخراج ص ۷۹ ❷ کتاب الخراج ص ۶۷ ❸ طبری ص ۳۴۴۱
❹ ایضاً ص ۳۴۵۳ ❺ کتاب الخراج ص ۵۰

besturdubooks.wordpress.com

عہد نبوی ﷺ میں گھوڑے زکوٰۃ سے مستثنیٰ تھے، لیکن عہد فاروقی میں جب عام طور سے اس کی تجارت ہونے لگی تو اس پر بھی زکوٰۃ مقرر کردی۔ حضرت علیؓ کے نزدیک تمدنی اور جنگی فوائد کے لحاظ سے گھوڑوں کی افزائش نسل میں سہولت بہم پہنچانا ضروری تھا اس لئے آپ نے اپنے زمانہ میں زکوٰۃ موقوف کردی (۱)۔ گو آپ محاصل ملکی وصول کرنے میں نہایت سخت تھے لیکن اسی کے ساتھ رعایا کی فلاح و بہبود کا بھی خیال رکھا تھا۔ چنانچہ معذور اور نادار آدمیوں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی تھی (۲)۔

رعایا کے ساتھ شفقت

حضرت علیؓ کا وجود رعایت کے لئے سایۂ رحمت تھا، بیت المال کے دروازے غرباء اور مساکین کے لئے کھلے ہوئے تھے اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کردی جاتی تھی، ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ تھا۔ ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بار بار بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت علیؓ نے ہمیشہ نہایت ترحم سے کام لیا، یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے، خدا کی قسم! اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کردی۔

فوجی انتظامات

حضرت علیؓ خود ایک بڑے تجربہ کار جنگ آزما تھے اور جنگی امور میں آپ کو پوری بصیرت حاصل تھی۔ اس لئے اس سلسلے میں آپ نے بہت سے انتظامات کئے۔ چنانچہ شام کی سرحد پر نہایت کثرت کے ساتھ فوجی چوکیاں قائم کیں ۴۰ھ میں جب امیر معاویہؓ نے عراق پر عام یورش کی تو پہلے انہی سرحدی فوجوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اسی طرح ایران میں مسلسل شورش اور بغاوت کے باعث بیت المال، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے نہایت مستحکم قلعے بنوائے۔ اصطخر کا قلعہ حصن زیاد اسی سلسلہ میں بنا تھا (۳)۔ جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پل بھی جو معرکۂ صفین میں فوجی ضروریات کے خیال سے تعمیر کیا تھا لائقِ ذکر ہے۔

مذہبی خدمات

امامِ وقت کا سب سے اہم فرض مذہب کی اشاعت، تبلیغ اور خود مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تلقین ہے۔ حضرت علیؓ عہدِ نبوت ہی سے ان خدمات میں ممتاز تھے۔ چنانچہ یمن میں اسلام کی روشنی انہی کی کوشش سے پھیلی تھی، سورۂ براءۃ نازل ہوئی تو اسکی تبلیغ و اشاعت کی خدمت بھی انہی کے سپرد ہوئی۔

---

❶ کتاب الخراج ص ۵۰ ❷ ایضاً ص ۴۴ ❸ طبری ص ۳۴۵

besturdubooks.wordpress.com

مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد سے آخر وقت تک گو خانہ جنگیوں نے فرصت نہ دی تاہم اس فرض سے بالکل غافل نہ تھے۔ ایران اور آرمینیہ میں بعض نو مسلم عیسائی مرتد ہو گئے تھے، حضرت علیؓ نے نہایت سختی کے ساتھ ان کی سرکوبی کی اور ان میں سے اکثر تائب ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

خارجیوں کی سرکوبی اور ان سبائیوں کو جو شدتِ غلو میں جناب مرتضیٰؓ کو خدا کہنے لگے تھے، سزا دینا بھی دراصل مذہب کی ایک بڑی خدمت تھی۔

حضرت علیؓ نے مسلمانوں کی اخلاقی نگرانی کا بھی نہایت سختی کے ساتھ خیال رکھا۔ مجرموں کو عبرت انگیز سزائیں دیں۔ جرم کی نوعیت کے لحاظ سے نئی سزائیں تجویز کیں جو اُن سے پہلے اسلام میں رائج نہ تھیں۔ مثلاً زندہ جلانا، مکان مسمار کرا دینا، چوری کے علاوہ دوسرے جرم میں بھی ہاتھ کاٹنا وغیرہ، لیکن اس سے قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت علیؓ حدود کے اجراء میں کسی اصول کے پابند نہ تھے۔ زندہ جلا دینے کی سزا صرف چند زندیقوں کو دی تھی مگر جب حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی سزا کی ممانعت فرمائی ہے تو آپ نے اس فعل پر ندامت ظاہر کی (۱)۔ شراب نوشی کی میں کوڑوں کی تعداد متعین نہ تھی، حضرت علیؓ نے اس کے لئے اسی کوڑے تجویز کئے (۲)۔

درے مارنے والوں کو ہدایت تھی کہ چہرہ اور شرمگاہ کے علاوہ تمام جسم پر کوڑا مار سکتے ہیں۔ عورتوں کیلئے حکم تھا کہ ان کو بٹھا کر سزا دیں اور کپڑے سے تمام جسم کو اس طرح چھپا دیں کہ کوئی عضو بے ستر نہ ہونے پائے۔ اسی طرح رجم کی صورت میں ناف تک زمین میں گاڑ دینا چاہئے (۳)۔

اقرار جرم کی حالت میں صرف ایک دفعہ کا اقرار کافی نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی امیر المؤمنین! میں نے چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے غضب آلود نگاہ ڈال کر اس کو واپس کر دیا۔ لیکن جب اس نے پھر مکرر حاضر ہو کر اقرار جرم کیا تو فرمایا اب تم نے اپنا جرم آپ ثابت کر دیا اور اس وقت اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا (۴)۔

تنہا جرم کا ارادہ اور اس کے لئے اقدام بغیر جرم کئے ہوئے مجرم بنانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک مکان میں نقب لگائی اور چوری کرنے سے قبل پکڑ لیا گیا۔ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس پر کسی قسم کی حد جاری نہیں کی (۵)۔

دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ تھا۔ اسی طرح اگر مجرم نشہ کی حالت میں ہو

---

❶ ترمذی حدود مرتد ❷ کتاب الخراج ص ۹۹ اور سنن ابی داؤد کتاب الحدود

❸ کتاب الخراج ص ۹۷ ❹ ایضاً ص ۱۰۳ ❺ ایضاً ص ۱۰۴

besturdubooks.wordpress.com

تو نشہ اُترنے کا انتظار کیا جاتا ہے(۱)۔

جو عورتیں ناجائز حمل سے حاملہ ہوتی تھیں، ان پر حد جاری کرنے کے لئے وضع حمل کا انتظار کیا جاتا تھا تاکہ بچہ کی جان کو نقصان نہ پہنچے، جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

عام قیدیوں کو بیت المال سے کھانا دیا جاتا تھا لیکن جو لوگ محض اپنے فسق و فجور کے باعث نظر بند کئے جاتے تھے، وہ اگر مالدار ہوتے تھے تو خود ان کے مال سے اُن کے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ورنہ بیت المال سے مقرر کر دیا جاتا تھا(۲)۔

تعزیری سزا

حضرت علیؓ نے جو بعض غیر معمولی سزائیں تجویز کیں وہ دراصل تعزیری سزائیں تھیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی اس قسم کی سزائیں جاری کی تھیں۔ چنانچہ ان کے عہد میں ایک شخص نے رمضان میں شراب پی تو اسی کوڑوں کے بجائے سو کوڑے لگوائے۔ کیونکہ اُس نے بادہ نوشی کے ساتھ رمضان کی بھی بے حرمتی کی تھی۔

---

❶ کتاب الخراج ص ۱۰۰ ❷ ایضاً

besturdubooks.wordpress.com

فضل وکمال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بچپن ہی سے درسگاہِ نبوت میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا موقع ملا جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ مسند میں خود اُن سے روایت ہے کہ میں روزانہ صبح کو معمولاً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا(۱) اور تقرب کا درجہ میرے سوا کسی اور کو حاصل نہ تھا(۲)۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رات دن میں دو، بار اس قسم کا موقع ملتا تھا(۳)۔ اکثر سفر میں بھی آپ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں سفر سے متعلق شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے ''مسح علی الخفین'' کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کے لئے حضرت علیؓ کا نام بتایا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ آپ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے(۴)۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں بارگاہِ رسالت میں جناب امیر کے اس تقرب وتربیت کو ان کے فضائل کی اصلی بنیاد قرار دیا ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت نقل کر کے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے جس قدر فضائل مذکور ہیں، کسی صحابی کے نہیں ہیں، اس کی تشریح یہ کی ہے:

> ''عبد ضعیف گوید سبب ایں معنی اجتماع دو جہت است، در مرتضیٰؓ یکے رسوخ او در سوابق اسلامیہ، دوم قرب قرابت او با آنحضرت ﷺ وآں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام اوصل ناس بارحام واعرف ناس بحقوق قرابت بودند باز چوں عنایت الٰہی مساعدت نمود۔ حضرت مرتضیٰؓ را در کنارِ تربیت آنحضرت ﷺ انداخت مرتبۂ قرابت در بالا شد وکرامت دیگر در کار او کردند رضی اللہ عنہ باز چوں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا عقد او دادند مزید فضیلت بادیار شد''(۵)

آپ کے تقرب واختصاص کی بنا پر خود رسول اللہ ﷺ آپ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے(۶) بعض موقعوں پر قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر بھی فرماتے تھے(۷)۔ چند مخصوص حدیثیں بھی قلمبند

❶ کتاب الخراج ص ۸۵ ❷ ایضاً ص ۸۰ ❸ مسند جلد اول ص ۱۴۶

❹ ازالۃ الخفاء ج اول ص ۸۳ ❺ ایضاً ج ۲ ص ۲۶۰ ❻ مسند ج ۱ ص ۸۳ ❼ ایضاً ص ۸۵

besturdubooks.wordpress.com

کرلی تھیں (۱)۔ غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابتدا ہی سے علم وفضل کے گہوارہ میں تربیت پائی تھی اس لئے صحابۂ کرام میں آپ غیر معمولی تجربہ اور فضل وکمال کے مالک اور ''وانا مدينة العلم وعلى بابها'' (میں علم کا گھر اور علی اس کا دروازہ ہیں) کے طغرائے خاص سے ممتاز ہوئے (۲)۔

نوشت اور خواند کی تعلیم آپ نے بچپن ہی میں حاصل کی تھی، چنانچہ ظہور اسلام کے وقت جبکہ آپ کی عمر بہت کم تھی آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے (۳)۔ اسی لئے ابتداء ہی سے بعض دوسرے صحابہ کی طرح آپ بھی آنحضرت ﷺ کے تحریری کام انجام دیتے تھے، چنانچہ کاتبانِ وحی میں آپ کا بھی نام ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو مکاتیب وفرامین لکھے جاتے تھے ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔

تفسیر اور علوم القرآن

اسلام کے علوم ومعارف کا اصل سرچشمہ قرآن پاک ہے، حضرت علی مرتضیٰؓ اس سرچشمہ سے پوری طرح سیراب اور ان صحابہ میں تھے جنہوں نے آنحضرت کی زندگی ہی میں نہ صرف پورا قرآن زبانی یاد کرلیا تھا بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ ابن سعد میں ہے کہ ایک موقع پر خود آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ میں ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہے کہ یہ کہاں اور کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی (۴)۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے اور صحابہ میں حضرت ابن عباسؓ کے سوا اس کمال میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ چنانچہ ان تمام تفسیروں میں فن کا مدار روایتوں پر ہے۔ مثلاً ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، ابن کثیر وغیرہ میں بکثرت آپ کی روایت سے آیت کی تفسیریں منقول ہیں۔ ابن سعد میں ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھ مہینے تک جو گوشہ نشینی اختیار کی اس میں آپ نے قرآن مجید کی تمام سورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا تھا۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں سورتوں کی اس ترتیب کو نقل کیا ہے۔

قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں خوارج نے اعتراض کیا کہ فیصلہ کا حق خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ان الحكم الا لله، تو آپ نے قرآن کے تمام حفاظ اور اس کے عالموں کو جمع کر کے فرمایا کہ میاں بیوی میں جب

---

(۱) مسند ج ۱ ص ۹۷ (۲) جامع ترمذی مناقب علیؓ مرتضیٰ میں ہے ''انا دار الحكمة وعلى بابها'' لیکن امام ترمذی نے اس کو منکر کہا ہے۔ حاکم نے مستدرک ج ۳ ص ۴۹۲ اس روایت کے متعلق متعدد راویوں کو جمع کیا ہے اور اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن امام ذہبی نے ان کے صحیح کہنے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ (۳) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۷۷ (۴) ابن سعد جز ثانی قسم ثانی ص ۱۰۱

besturdubooks.wordpress.com

اختلاف رائے ہوتو اللہ تعالیٰ حکم بنانے کی اجازت دے وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا ۔اور اُمت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہوجائے تو حکم بنانا ناجائز ہو؟ کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرداور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے(۱)۔

علم ناسخ اور منسوخ میں آپ کو کمال حاصل تھا اور اس کو آپ بڑی اہمیت دیتے تھے اور جن لوگوں کو اس میں درک نہ ہوتا، انکو درس ووعظ سے روک دیتے تھے۔ چنانچہ کوفہ میں جامع مسجد میں جو شخص وعظ وتذکیر کرنا چاہتا تھا، اس سے پہلے آپ دریافت فرماتے تھے کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا بھی علم ہے، اگر وہ نفی میں جواب دیتا تو اسکو زجروتوبیخ فرماتے تھے اور درس ووعظ کی اجازت نہ دیتے۔

آیات کی تفسیر وتاویل کے متعلق آپ سے اس کثرت سے روایتیں ہیں کہ اگر ان کا استقصا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے اسی لئے یہاں ان کونقل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ آنحضرت نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو ان ظاہری علوم کے علاوہ کچھ خاص باتیں اور بھی بتائی ہیں۔ ان کے شاگردوں نے ان سے پوچھا کہ کیا قرآن کے سوا کچھ اور بھی آپ کے پاس ہے؟ فرمایا قسم ہے اس کی جو دانہ کو پھاڑ کر درخت اُگاتا ہے اور جو جان کو (جسم کے اندر) پیدا کرتا ہے، قرآن کے سوا میرے پاس کچھ اور نہیں ہے لیکن قرآن کے سمجھنے کی قوت (فہم) یہ دولت خدا جس کو چاہے دے (۲)، ان کے علاوہ چند حدیثیں میرے پاس ہیں۔ اس موقع میں حضرت علیؓ نے جو قسم کھائی ہے اس میں بھی ایک خاص نکتہ ہے، یعنی قرآن کی آیتوں کی مثال تخم اور جسم کی ہے اور اس کے معنی ومقصود کی مثال درخت کی ہے جو اسی تخم سے پیدا ہوتا ہے اور جان کی ہے جو جسم میں پوشیدہ رہتی ہے۔ یعنی جس طرح ایک چھوٹے سے تخم سے اتنا بڑا عظیم الشان درخت پیدا ہو جاتا ہے جو درحقیقت اس کے اندر مخفی تھا اور روح سے جو جسم میں چھپی رہتی ہے، تمام اعمالِ انسانی کا ظہور ہوتا ہے، اسی طرح قرآن پاک کے الفاظ سے جو بمنزلہ جسم کے ہیں، معنی ومطالب نکلتے ہیں۔

علمِ حدیث

جناب مرتضیٰؓ نے بچپن سے لے کر وفاتِ نبوی تک کامل تیس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت ورفاقت میں بسر کیئے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ کو چھوڑ کر اسلام کے احکام وفرائض اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے، پھر تمام اکابر صحابہؓ میں وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ آپ نے عمر پائی۔ آنحضرت ﷺ کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشادات وافادات کی مسند پر جلوہ گر رہے۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے سپرد رہی۔

❶ مسند ابن حنبل ج اول ص ۸۶ ❷ صحیح بخاری کتاب الدیات وابن حنبل ج اول ص ۷۹، ۱۰۰

besturdubooks.wordpress.com

ان کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا اس لئے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا۔ اسی لئے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روایتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیشرو خلفاء اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدد تھے۔ اس لئے دوسرے کثیر الروایۃ صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے کل ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے بیس حدیثوں پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے اور ۹ حدیثیں صرف بخاری میں ہیں مسلم میں نہیں اور دس حدیثیں مسلم میں ہیں بخاری میں نہیں۔ غرض صحیحین میں آپ کی کل ۳۹ حدیثیں ہیں۔

آپ نے آنحضرت ﷺ کے علاوہ اپنے رفقاء اور ہمعصروں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت مقداد بن الاسودؓ، اپنی حرم محترم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے روایتیں کی ہیں۔ آپ کی عترت مطہرہ اور اولاد امجاد میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، محمد بن حنفیہ، عمر، فاطمہ (صاحبزادے اور صاحبزادیاں) محمد بن عمر بن علی، علی بن حسین بن علیؓ (پوتے) عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (بھتیجے) جعدہ بن ہبیرہ مخزومی (بھانجے) عام اصحاب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، براء بن عازبؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، بشر بن سحیم غفاریؓ، زید بن ارقمؓ، سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ، صہیب رومیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، عمرو بن حریثؓ، نزال بن سبرہؓ، ہلالؓ، جابر بن سمرہؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابو جحیفہؓ، ابو امامہؓ، ابو لیلیٰ انصاریؓ، ابوموسیٰؓ، مسعود بن حکم زرقیؓ، ابوالطفیلؓ، عامر بن واثلہؓ، عبیداللہ بن ابی رافعؓ (کاتب) اور ام موسیٰؓ (جاریہ)۔

تابعین میں زر بن حبیش، زید بن وہب، ابوالاسود دوئلی، حارث بن سوید التیمی، حارث بن عبداللہ الاعور، حرملہ مولیٰ بن زیدؓ، ابوساسان حضین بن منذر الرقاشی، حجیہ بن عبداللہ الکندی، ربعی بن حراش، شریح بن ہانی، شریح بن النعمان الصائدی، ابووائل شقیق بن سلمہ، شیث بن ربعی، سوید بن غفلہ، عاصم بن ضمرہ، عامر بن شراحیل الشعبی، عبداللہ بن سلمہ مرادی، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبداللہ بن شقیق، عبداللہ بن معقل بن مقرن، عبد خیر بن یزید المرانی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبیدہ سلیمانی، علقمہ بن قیس النخعی، عمیر بن سعید النخعی، قیس بن عباد البصری، مالک بن اوس بن حدثان، مروان بن حکم اموی، مطرف بن عبداللہ ابن شخیر، نافع بن جبیر بن مطعم، ہانی بن ہانی، یزید بن شریک التیمی، ابوبردہ بن ابی الموسیٰ الاشعری، ابوحیہ وادعی، ابوالخلیل الحضرمی، ابوصالح الحضرمی، ابوالصالح الحنفی، ابوعبدالرحمٰن السلمی، ابوعبیدہ مولی ابن ازہرا، ابوالہیاج الاسدی (۱) وغیرہ نے آپ سے فیض پایا ہے۔

❶ یہ فہرست تہذیب التہذیب سے منقول ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت علیؓ کی تمام حدیثوں پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کی حلیۂ اقدس، آپ کی نماز ومناجات و دعا و نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت علیؓ ہی سے مروی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہروقت رفاقتِ نبوی میں رہتے تھے اوران کو عبادتوں سے خاص شغف تھا(۱)۔

احادیث کو قلمبند کرنے کا شرف جن چند صحابہ کو حاصل ہے ان میں حضرت علی مرتضٰیؓ بھی داخل ہیں۔فہم قرآن کے سلسلہ میں جوروایت اوپر گزری ہے،اس میں چند حدیثوں کا ذکر ہے، یہ وہی ہیں جن کو آنحضرت ﷺ سے سن کر آپ نے ایک لمبے کاغذ پر لکھ لیا تھا۔ یہ تحریر لپٹی ہوئی آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکی رہتی تھی۔ اس کا نام آپ نے صحیفہ رکھا تھا۔اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے۔ یہ حدیثیں چند فقہی احکام سے متعلق تھیں (۲)۔

فقہ واجتہاد

حضرت علی مرتضٰیؓ کو فقہ واجتہاد میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی بلکہ علم واطلاع کی وسعت سے دیکھا جائے تو آپ کی مستحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننی پڑے گی۔ بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کو بھی کبھی کبھی حضرت علیؓ کے فضل وکمال کا ممنون ہونا پڑتا تھا۔

فقہ واجتہاد کے لئے کتاب وسنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم، دقیقہ سنجی، انتقالِ ذہنی کی بڑی ضرورت ہے اور حضرت علیؓ مرتضٰی کو یہ کمالات خداداد حاصل تھے۔مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں آپ کی طباعی اور انتقالِ ذہنی کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے ان کو نظرانداز کرتے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ یہ ہے:

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک مجنون زانیہ عورت پیش کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ممکن نہیں کہ مجنون حدود شرعی سے مستثنیٰ ہیں، یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے ارادہ سے باز آگئے (۳)۔

ایک دفعہ حج کے موسم میں حضرت عثمانؓ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا۔ لوگوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز وعدم جواز میں اختلاف کیا۔ حضرت عثمانؓ اس کے جواز کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا حالتِ احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے لیکن جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہے تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے؟ دوسروں نے

---

❶ ازالۃ الخفاء ص ۲۵۵ ❷ صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم ج ۲ و کتاب الاعتصام و مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۰۹ ❸ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۱۴۰

besturdubooks.wordpress.com

اس سے اختلاف کیا، حضرت عثمانؓ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا؟ لوگوں نے حضرت علیؓ کا نام لیا۔ چنانچہ انہوں نے ان سے جاکر دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ شہادت دیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جب آپ احرام کی حالت میں تھے ایک گورخر شکار کرکے پیش کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ تو احرام کی حالت میں ہیں یہ ان کو کھلا دو جو احرام میں نہیں ہیں۔ حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے شہادت دی، اسی طرح آپ نے ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا جس میں کسی نے آنحضرت ﷺ کے سامنے حالتِ احرام میں شتر مرغ کے انڈے پیش کئے تھے تو آپ نے ان کے کھانے سے بھی احتراز فرمایا تھا۔ اس کی بھی کچھ لوگوں نے گواہی دی۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ اور ان کے رفقاء نے اس کے کھانے سے پرہیز کیا(۱)۔

ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک بار پاؤں دھونے کے بعد کتنے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟ فرمایا علیؓ سے جاکر دریافت کرو، ان کو معلوم ہوگا کیونکہ وہ سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے، چنانچہ وہ سائل حضرت علی مرتضیٰؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے بتایا کہ مسافر تین دن تین رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک (۲)۔

حضرت علیؓ کے علم اور ان کی اجتہادی قوت اور دقتِ نظر کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کے حریف بھی دقیق اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کے لئے مجبور ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے لکھ کر دریافت کیا کہ خنثیٰ مشکل کی وراثت کی کیا صورت ہے؟ یعنی وہ مرد قرار دیا جائے یا عورت؟ حضرت علیؓ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ ہمارے دشمن بھی علم دین میں ہمارے محتاج ہیں، پھر جواب دیا کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہئے کہ وہ مرد ہے یا عورت (۳)۔

فقہی مسائل میں حضرت علیؓ کی وسعتِ نظر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ جو بات نہیں جانتے تھے اس کو آنحضرت ﷺ سے دریافت کرتے تھے بعض ایسے مسائل جو شرم و حیا اور اپنے رشتہ کی نزاکت کے باعث خود براہِ راست نہیں پوچھ سکتے تھے، اس کو کسی دوسرے کے ذریعہ سے پوچھوا لیتے تھے۔ چنانچہ مذی کا ناقص وضو ہونا آپ نے اسی طرح بالواسطہ دریافت کرایا تھا۔

حضرت علیؓ مرتضیٰ اپنے علم و کمال کی بناء پر متعدد مسائل میں عام صحابہ سے مختلف رائے رکھتے

---

❶ مسند امام ابی عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ج اص ۱۰۰ فقہاء میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، بہت سے لوگ حضرت عثمانؓ کے استدلال کو صحیح سمجھتے ہیں اور دیگر احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، بہر حال حضرت علیؓ کا فتویٰ زیادہ محتاطانہ ہے اس لئے حضرت عثمانؓ نے اس کو قبول کرلیا۔

❷ مسند ابن حنبل ج اص ۹۶ و ج ۶ ص ۵۵ ❸ تاریخ الخلفاء سیوطی بحوالہ سنن سعد بن منصور و مسند ہیثم

besturdubooks.wordpress.com

تھے۔ خصوصاً حضرت عثمانؓ سے بعض خاص مسائل میں زیادہ اختلاف تھا۔ مثلاً حضرت عثمانؓ حج تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں یہ صرف لڑائی اور بے امنی کی وجہ سے جائز تھا، اب وہ حالت نہیں ہے اس لئے اب جائز نہیں ہے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ بہر حال میں جائز سمجھتے تھے۔ اسی طرح حالتِ احرام میں نکاح اور حالتِ عدت میں عورت کی وراثت وغیرہ کے مسائل میں بھی اختلاف تھا۔

حضرت علیؓ مرتضیٰ گو تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے لیکن آپ کی خلافت کا زمانہ تمام تر کوفہ میں گزرا اور احکام اور مقدمات کے فیصلے کا زیادہ موقع نہیں پیش آیا۔ اس لئے آپ کے مسائل و اجتہادات کی زیادہ تر اشاعت عراق میں ہوئی اسی بنا پر حنفی فقہ کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بعد حضرت علیؓ مرتضیٰ کے ہی فیصلوں پر ہے۔

قضا اور فیصلے

حضرت مرتضیٰؓ ان ہی خصوصیات کی بنا پر مقدمات کے فیصلوں اور قضا کے لئے نہایت موزوں تھے اور اس کو صحابہ عام طور سے تسلیم کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''اقضانا علی واقرأنا ابی ''یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلے کے لئے سب سے موزوں علی ہیں اور سب سے بڑے قاری ابی ہیں (۱)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم (صحابہ) کہا کرتے تھے کہ مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں (۲)۔

آنحضرت کی جوہر شناس نگاہ نے حضرت علیؓ کی اس استعداد و قابلیت کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے حضرت علیؓ کو ''اقضاهم علی '' کی سند مل چکی تھی اور ضرورت کے اوقات میں قضا کی خدمت آپ کے سپرد فرماتے تھے۔ چنانچہ جب اہل یمن نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت ﷺ نے وہاں کے عہدۂ قضاء کے لئے آپ کو منتخب فرمایا۔ حضرت علیؓ نے عرض کی یارسول اللہ! وہاں نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے قضا کا تجربہ اور علم نہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راہِ راست اور تمہارے دل کو ثبات و استقلال بخشے گا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مقدمات کے فیصلہ میں تذبذب نہ ہوا (۳)۔

آنحضرت ﷺ نے آپ کو قضاء اور فصل مقدمات کے بعض اصول بھی تعلیم فرمائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا علی! جب تم دو آدمیوں کا جھگڑا چکانے لگو تو صرف ایک آدمی کا بیان سن کر فیصلہ نہ

❶ طبقات ابن سعد ج ۲ قسم ۲ ص ۱۰۲ ❷ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۵
❸ مسند ابن حنبل ج اول ص ۸۳ و حاکم ج ۳ ص ۱۳۵

besturdubooks.wordpress.com

کرو، اس وقت تک اپنے فیصلے کو روکو جب تک دوسرے کا بیان بھی نہ سن لو(۱)۔

مقدمات میں علم یقین کے لئے اہل مقدمہ اور گواہوں سے جرح اور ان سے سوالات کرنا بھی آپ کے اصول قضا میں داخل تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے آپ کی عدالت میں اپنی نسبت جرم زنا کا اعتراف کیا۔ آپ نے اُس سے پے در پے متعدد سوالات کئے۔ جب وہ آخر تک اپنے بیان پر قائم رہی تو اس وقت سزا کا حکم دیا(۲)۔ اسی طرح لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر پیش کیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے۔ آپ نے گواہوں کو دھمکی دی کہ اگر تمہاری گواہی جھوٹی نکلی تو میں یہ سزا دوں گا اور یہ کروں گا اور وہ کروں گا، اس کے بعد کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گئے۔ اس سے فراغت کے بعد دیکھا کہ دونوں گواہ موقع پا کر چل دیئے۔ آپ نے ملزم کو بے قصور پا کر چھوڑ دیا(۳)۔

یمن میں آپ نے دو عجیب و غریب مقدمات کا فیصلہ کیا۔ یمن نیا نیا مسلمان ہوا تھا، پرانی باتیں بھی تازہ تھیں، ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا، جس سے ایک ماہ کے اندر تین مرد خلوت کر چکے۔ نو ماہ بعد اس کے لڑکا ہوا۔ اب یہ نزاع ہوئی کہ وہ لڑکا کس کا قرار دیا جائے۔ ہر ایک نے اُس کے باپ ہونے کا دعویٰ کیا۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکے کی دیت کے تین حصے کئے۔ پھر قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا، اس کے حوالہ کیا اور بقیہ دونوں کو دیت کے تین حصوں میں سے دو حصے اس سے لے کر دلوا دیئے۔ گویا غلام کے مسئلہ پر اس کو قیاس کیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ سنا تو آپ نے تبسم فرمایا(۴)۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ چند لوگوں نے شیر پھنسانے کے لئے ایک کنواں کھودا تھا شیر اس میں گر گیا۔ چند اشخاص ہنسی مذاق میں ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے کہ اتفاق سے ایک کا پیر پھسلا اور وہ اس کنویں میں گرا۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے بدحواسی میں دوسرے کی کمر پکڑ لی وہ بھی سنبھل نہ سکا اور گرتے گرتے اس نے تیسرے کی کمر تھام لی۔ تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا۔ غرض چاروں اس میں گر پڑے اور شیر نے چاروں کو مار ڈالا۔ ان مقتولین کے ورثاء باہم آمادۂ جنگ ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ان کو اس ہنگامہ و فساد سے روکا اور فرمایا کہ ایک رسول کی موجودگی میں فتنہ و فساد مناسب نہیں۔ میں فیصلہ کرتا ہوں، اگر وہ پسند نہ ہو تو دربارِ رسالت میں جا کر تم اپنا مقدمہ پیش کر سکتے ہو۔ لوگوں نے رضا مندی ظاہر کی۔ آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا، ان کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خوں بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک

❶ مسند ابن حنبل ج اول ص ۱۴۳،۹۶ ❷ ایضاً ص ۱۴۰
❸ تاریخ الخلفاء بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ❹ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۵

besturdubooks.wordpress.com

پوری، ایک، ایک تہائی، ایک، ایک چوتھائی، اور ایک آدھی، پہلے مقتول کے ورثاء کو ایک چوتھائی خوں بہا، دوسرے کو ثلث، تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خوں بہا دلایا۔

لوگ اس بظاہر عجیب وغریب فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہو کر اس فیصلہ کا مرافعہ (اپیل) عدالتِ نبوی میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا(۱)۔

روایت میں مذکور نہیں کہ یہ فیصلہ کس اصول پر کیا گیا تھا، صرف پہلے شخص کے متعلق اتنا ہے کہ اس کو چوتھائی اس لئے ملا کہ فوراً اوپر سے گرا تھا، ہمارا خیال ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس فیصلہ میں اس اصول کو پیش نظر رکھا ہے کہ یہ حادثے بالقصد قتل اور اتفاقی قتل کے درمیان ہیں۔ غرض قصد اور عدم قصد کے بیچ کی شکل ہے، اس لئے عدم قصد و اتفاق اور قصد و ارادہ ان دونوں میں اس کا حصہ جس مقتول میں زیادہ ہے اتنا ہی اس کو کم وبیش دلایا گیا۔ اس کے بعد وراثت کا اصول پیش نظر رہا۔ چونکہ یہ معاملہ چار آدمیوں کا تھا اس لئے کم سے کم رقم ایک چوتھائی مقرر کی۔ اس کے نکل جانے کے بعد تین آدمی رہ گئے تو اس کو تہائیوں پر تقسیم کر کے تیسرا حصہ یعنی ایک تہائی اس کو دلایا، باقی دو حصے کر کے نصف تیسرے کا مقرر کیا۔

اب غور کیجئے کہ اصل جرم ان لوگوں کا تھا جنہوں نے آبادی کے قریب کنواں کھود کر شیر پھنسانے کی غلطی کی تھی، اس لئے کسی متعین قاتل نہ ہونے کے سبب سے قسامت کے اصول سے خوں بہا کو ان کے کھودنے والوں اور ان کے ہم قبیلوں پر عائد کیا۔ پہلا شخص گو اتفاقاً گرا، مگر ایک دوسرے کے دھکیلنے کے نتیجہ کو بھی اس میں دخل تھا اس لئے پہلے شخص کے گرنے میں اتفاق کا زیادہ اور قصد کا بہت کم دخل تھا اس لئے وہ خوں بہا کا کم سے کم مستحق ٹھہرا، یعنی ایک چوتھائی۔ پہلے نے دوسرے کو گویا بالقصد کھینچا، مگر غایب بدحواسی میں اس کو اپنے فعل کے نتیجہ کے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا، اس لئے پہلے کے مقابلہ میں اس میں اتفاق کا عنصر کم اور قصد کا کچھ زیادہ ہے۔ اس لئے وہ تہائی کا مستحق ہوا۔ دوسرے کو پہلے نتائج کو دیکھ کر اپنے فعل کے نتیجہ کے سوچنے سمجھنے کا موقع زیادہ ملا اس لئے اس میں اتفاق کے مقابلہ میں قصد کا عنصر زیادہ تھا اس لئے اس کو نصف دلایا گیا۔ تیسرے نے چوتھے کو کھینچا حالانکہ وہ سب سے دور تھا اور گذشتہ نتائج کو تیسرے نے خوب غور سے دیکھ لیا تھا، اس لئے وہ تمام تر قصد و ارادہ سے گرایا گیا۔ نیز یہ کہ اس نے اپنے رفقاء کی طرح کسی اور کے گرانے کا جرم بھی نہیں کیا اس لئے وہ پوری دیت کا مستحق تھا۔ (واللہ اعلم)

ایک اور مقدمہ کا اس سے بھی زیادہ دلچسپ فیصلہ آپ نے فرمایا۔ دو شخص (غالباً مسافر) تھے

(۱) مسند ابن حنبل ج اول ص ۷۷

besturdubooks.wordpress.com

ایک کے پاس تین روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دونوں مل کر ایک ساتھ کھانے کو بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک تیسرا مسافر بھی آ گیا، وہ بھی کھانے میں شریک ہوا، کھانے سے جب فراغت ہوئی تو اُس نے آٹھ درہم اپنے حصہ کی روٹیوں کی قیمت دے دی اور آگے بڑھ گیا، جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے سیدھا حساب یہ کیا کہ اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم لی اور دوسرے کو اس کی تین درہم روٹیوں کی قیمت تین درہم دینے چاہے، مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا اور نصف کا مطالبہ کیا۔ یہ معاملہ عدالتِ مرتضوی میں پیش ہوا، آپ نے دوسرے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا رفیق جو فیصلہ کررہا ہے اس کو قبول کرلو اس میں زیادہ تمہارا نفع ہے۔ لیکن اس نے کہا کہ حق کے ساتھ جو فیصلہ ہو مجھے منظور ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ تم کو صرف ایک درہم اور تمہارے رفیق کو سات درہم ملنے چاہئیں۔ اس عجیب فیصلہ سے وہ متحیر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم تین آدمی تھے، تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے رفیق کی پانچ، تم دونوں نے برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر کا حصہ دیا۔ تمہاری تین روٹیوں کے حصے تین جگہ کئے جائیں تو ۹ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تم اپنے ۹ ٹکڑوں اور اس کے ۱۵ ٹکڑوں کو جمع کرو تو ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس ۸ آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تم نے اپنے ۹ ٹکڑوں میں سے ۸ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے رفیق نے اپنے ۱۵ ٹکڑوں میں سے ۸ خود کھائے اور سات تیسرے کو دیئے۔ اس لئے آٹھ درہم میں سے ایک کے تم اور سات کا تمہارا رفیق مستحق ہے (۱)۔

کبھی کبھی کوئی لغو مقدمہ پیش ہوتا تو آپ زندہ دلی کا ثبوت بھی دیتے تھے، ایک شخص نے ایک شخص کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس نے میری ماں کی آبروریزی کی ہے۔ فرمایا ملزم کو دھوپ میں لے جا کر کھڑا کرو، اس کے سایہ کو سو کوڑے مارو (۲)۔

حضرت علیؓ کے فیصلے قانون کے نظائر کی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے اہل علم نے ان کو تحریری صورت میں مدون کرلیا تھا مگر اس عہد میں اختلاف آراء اور فرقہ آرائی کا زمانہ شروع ہوچکا تھا اس لئے ان میں تحریف بھی ہونے لگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے جب ان کے فیصلوں کا تحریری مجموعہ پیش ہوا تو اس کے ایک حصہ کو انہوں نے جعلی بتلایا اور فرمایا کہ عقل و ہوش کی سلامتی کے ساتھ علیؓ کبھی ایسا فیصلہ نہیں کرسکتے تھے (۳)۔

علم اسرار و حکم

دنیا میں اہلِ حکمت اور متکلمین کے دو گروہ ہیں ایک وہ جو اپنی عقل وفہم اور علم کی بناء پر ہر شرعی

(۱) تاریخ الخلفاء سیوطی بروایت زر بن حبیش (۲) ایضاً بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ (۳) مقدمہ صحیح مسلم

besturdubooks.wordpress.com

حکم کی جزئی مصلحتوں پر نگاہ رکھتا ہے اور اس کے اسرار و حکم کی تلاش میں رہتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ایک ایک حکم کے جزئی مصالح سے دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ وہ کلی طور پر پوری شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں جزئی مصلحتیں رکھی ہیں، ان کی تلاش اور جستجو کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ صحابہ میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کا مذاق علم پہلی قسم کا اور حضرت علیؓ مرتضیٰ کا ذوقِ فکر دوسری قسم کا معلوم ہوتا ہے، ان کی نظر احکام کی نظری کیفیت پر اتنی نہیں پڑتی جتنی ان کی عملی کیفیت پر، اسی لئے کسی حکم کا انسان کی ظاہری عقل کے خلاف ہونا ان کے نزدیک چنداں اہم نہیں کہ انسانی عقل خود ناقص ہے، وہ کسی حکم شرعی کے لئے صحت اور صواب کا معیار نہیں بن سکتی۔

صحیح بخاری کی تعلیقات میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا:

حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ (کتاب العلم)	لوگوں سے وہی کہو جو سمجھ سکتے ہوں، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ خدا یا خدا کا رسول جھٹلایا جائے۔

مقصود یہ ہے کہ اگر ان سے ایسی باتیں کی جائیں جو اُن کے فہم سے بالاتر ہوں تو لامحالہ اپنی کوتاہیٔ عقل سے وہ ان باتوں کو غلط سمجھیں گے اور اس طرح سے وہ نادانستگی میں خدا اور رسول کی تکذیب کے جرم کے مرتکب ہوں گے، اس لئے لوگوں سے ان کی عقل کے موافق گفتگو کرنی چاہئے کہ ہر مصالحِ الٰہی ہر شخص کی سمجھ میں یکساں نہیں آسکتے ہیں۔

احکام اور روایات کے الفاظ اگر متعدد معنوں کو متحمل ہوں تو آپ کا یہ فیصلہ ہے کہ ان میں سے وہی معنی صحیح ہوں گے جو رسالت اور نبوت کی شان کے شایاں ہوں۔ مسند ابن حنبل کے مطابق اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں، آپ نے فرمایا:

اذا حدثتم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحدیث فظنوا بہ الذی ھو اھدیٰ والذی ھو اتقی والذی ھو اھتا (ص ۱۳۰)	جب تم سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کے معنی وہ سمجھو جو زیادہ قرین ہدایت، زیادہ پرہیزگارانہ اور زیادہ بہتر ہوں۔

موزوں پر مسح کرنا سنت ہے، لیکن یہ مسح نیچے تلووں پر نہیں بلکہ اوپر پاؤں پر کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے:

لو کان الدین بالرای لکان	اگر دینی مسائل کا انحصار محض رائے پر ہوتا تو

باطن المقدمین احق بالمسح من ظاهر هما وقد مسح النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اظهر خفیه (باب کیف المسح)	تلوے اوپر کے پاؤں سے زیادہ مسح کے مستحق ہوتے لیکن آنحضرت ﷺ نے موزوں کی پشت پا پر مسح فرمایا۔

حضرت علی مرتضیٰ کا مقصود یہ ہے کہ چلنے کی وجہ سے اگر گردوغبار کے دُور کرنے اور صفائی کی غرض سے یہ مسح ہوتا تو نیچے کے تلوؤں پر مسح ہوتا، لیکن آنحضرت ﷺ نے نیچے نہیں اوپر مسح فرمایا، اس لئے احکامِ الٰہی کے مصالح کی تعیین میں محض ظاہری عقل ورائے کو دخل نہیں ہے۔

یہی روایت مسند بن حنبل (جلد اول ص ۱۱۴) میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو مسح کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو سمجھتا کہ نیچے مسح کرنا اوپر کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ یعنی ظاہر قیاس کا مقتضی یہی تھا، مگر حکم الٰہی محض ظاہری قیاس پر مبنی نہیں۔

تصوف

اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کو اسرار، شریعت پر عبور نہ تھا بلکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ عوام کے لئے یہ موزوں نہیں ہیں اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس سے عوام کے طبائع میں احکامِ الٰہی کی اتباع اور پیروی کے بجائے عدم عمل کے لئے حیلہ سازی اور فلسفیانہ بہانہ جوئی پیدا ہوتی ہے۔ خواص اس فرق کو سمجھتے ہیں اس لئے ان ہی کے لئے یہ علم موزوں ہے۔ چنانچہ تصوف جو مذہب کی جان، شریعت کی روح اور جو خاصانِ امت کا حصہ ہے حضرت علیؓ نے اس کے حقائق ومعارف بہت خوبی سے بیان کئے ہیں۔

تصوف کے اکثر سلسلے سینۂ مرتضویؓ پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''اصول اور آزمائش وامتحان میں ہمارے شیخ الشیوخ علی مرتضیٰؓ ہیں''۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے کہ خلافت سے پہلے حضرت ممدوح کو اس میں بے حد انہماک تھا، مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے ان کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی (۱)۔

محدثین کے اصولِ روایت کے مطابق حضرت علی مرتضیٰؓ کے یہ صوفیانہ اقوال پایۂ صحت کو نہیں پہنچتے اور نہ سلسلہ صحبت کی کڑیاں ثابت ہوتی ہیں کہ یہ اکثر سلسلے حضرت حسن بصریؒ پر جا کر تمام ہوتے ہیں، ان کو حضرت علیؓ مرتضیٰ کا فیض اور صحبت یافتہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضرت حسن بصریؒ کی صحبت اور تعلیم محدثین کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ امام ترمذی نے تو اس سے بھی انکار کیا ہے کہ انہوں نے بلاواسطہ حضرت علیؓ سے کچھ سنا بھی ہے۔ بہر حال اتنا بالاتفاق ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو خلافت سے پہلے مدینہ میں دیکھا تھا اور ان کے دیدار سے مشرف

besturdubooks.wordpress.com

تھے، اور اس وقت ان کی عمر غالباً ۱۴، ۱۵ برس کی تھی۔

تقریر وخطابت

تقریر وخطابت میں حضرت علی مرتضیٰؓ کو خداداد ملکہ حاصل تھا اور مشکل سے مشکل مسائل پر بڑے بڑے مجمعوں میں فی البدیہہ تقریر فرماتے تھے۔ تقریریں نہایت خطیبانہ مدلل، اور موثر ہوتی تھیں۔ ۳۹ھ میں جب امیر معاویہؓ نے مدافعت کے بجائے جارحانہ طریق عمل اختیار کیا تو جمعہ کے روز اپنی جماعت کو ابھارنے کے لئے جو خطبہ دیا تھا، اس سے زورِ تقریر اور حسنِ خطابت کا اندازہ ہوگا۔

اما بعد فان الجهاد باب من ابواب الجنة من تركه البسه الله الزلة وشمله بالصغار وسيم الخسف وسيل الضيم وانى قد دعوتكم الى الجهاد وهؤلاء القوم ليلاً ونهارا وسرا وجهارا وقلت لكم اعزوهم قبل ان يغزوكم فما غزى قوم فى عقر دارهم الاذلوا واجتئر عليهم عدولهم هذا اخوبنى عامر قد ورد الانبار وقتل ابن حسان البكرى وازال مسالحكم عن مواضعها وقتل رجالا منكم صالحين وقد بلغنى انهم كانوا يدخلون بيت المرأة المسلمة والأخرى المعاهدة فينزع خجلها من دجلها وقلائدها من عنقها ياعجبا من امريميت القلوب ويحتلب النعم ويسعر

حمد و نعت کے بعد، جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس نے اس کو چھوڑا، خدا اس کو ذلت کا لباس پہناتا ہے، اور رسوائی کو شاملِ حال کرتا ہے اور ذلت کا مزہ چکھایا جاتا ہے اور دشمنوں کی دست درازی میں گرفتار ہوتا ہے، میں نے تم کو شب و روز اعلانیہ اور پوشیدہ، ان لوگوں سے لڑنے کی دعوت دی اور میں نے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ حملہ ہو تو خدا کی قسم! تلوار سے اور بھی بھاگو گے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس سے نہیں بھاگتے بلکہ تلوار سے جان چراتے ہو، اے مرد نہیں، بلکہ مرد کی تصویر اور اے بچوں اور عورتوں کی سی عقل اور سمجھ رکھنے والو، خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تمہاری جماعت سے مجھے نکال لے جائے اور (موت دے کر) اپنی رحمت نصیب کرے کریں میں حملہ کروں، کوئی قوم جس پر اس

❶ ازالۃ الخفاء ص ۲۷۴

besturdubooks.wordpress.com

الاخوان من اجتماع القوم
على باطلهم وتفرقكم عن
حقكم فبعداً انكم وسحقاً
قد مرتم غرضاً ترمون ولا
ترمون ويغار عليكم ولا
تغيرون ويعصى الله
فترضون اذا قلت لكم
سيروا فى الشتاء قلتم كيف
نغزو فى هذا القروالصروان
قلت لكم سيروا فى
الصيف قلتم حتى ينصوم
عنا حرارة القيظ وكل هذا
فرار من الموت فاذا كنتم
من الحروا نقرتفرون فانتم
والله من السيف افروا الذى
نفسى بيده ما من ذلك
تهربون ولكن من السيف
تحيدون يا اشباه الرجال
ولا الرجال ويا احلام
اطفال وعقول ربات
الحجال اما والله لو دوت
ان الله اخرجنى من بين
اظهركم وقبضتى الى
رحمة من بينكم وودرت
انى الم ادكم ولم اعرفكم
والله ملأتم صدرى غيظاً

کے گھر میں آ کر حملہ کیا جائے وہ ذلیل و رسوا ہوتی ہے اس کا دشمن اس پر جری ہوتا ہے، دیکھو کہ عامری نے انبار میں آ کر ابن حسان بکری کو قتل کر دیا۔ تمہارے موروں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا، تمہاری فوج کے چند نیکو کار بہادروں کو قتل کر ڈالا اور مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھسے اور ان کے پاؤں سے ان کے پازیب، ان کے گلے سے ان کے ہار اتار لئے، ایک قوم کا باطل پر اجتماع اور تمہارا امر حق سے برگشتہ ہونا کس قدر تعجب انگیز ہے جو دلوں کو مردہ کرتا ہے اور غم و رنج کو بڑھاتا ہے، تمہارے لئے دوری و ہلاکت ہو تم نشانہ بن گئے ہو اور تم پر تیر برسایا جاتا ہے لیکن تم خود تیر نہیں چلا سکتے تم پر غارت گری کی جاتی ہے، لیکن تم غارت گری نہیں کرتے، خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے اور تم اس کو پسند کرتے ہو، جب تم سے کہتا ہوں کہ موسم سرما میں فوج کشی کرو تم کہتے ہو کہ اس قدر سردی اور پالے میں کس طرح لڑ سکتے ہیں اور اگر کہتا ہوں کہ موسم گرما میں چلو تو کہتے ہو کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے تب، حالانکہ یہ سب موت سے بھاگنے کا حیلہ ہے، پس تم گرمی سردی سے بھاگتے میری تمنا تھی کہ تم سے جان پہچان نہ ہوتی، خدا کی قسم! تم نے میرا سینہ غیظ و

besturdubooks.wordpress.com

وجرعتمونی الامرین انفاساً — غضب سے بھر دیا ہے، تم نے مجھے وہ
وافسدتم علی رائی — تلخیوں کے گھونٹ پلائے ہیں اور عصیان و
بالعصیان والخذلان. — نافرمانی کر کے میری رائے کو برباد کر دیا ہے۔

آپ کے طرفداروں کے دل اگرچہ پژمردہ ہو چکے تھے اور قوائے عمل نے جواب دے دیا تھا تاہم اس پرجوش اور ولولہ انگیز تقریر نے تھوڑی دیر کے لئے ہلچل پیدا کر دی اور ہر طرف سے پرجوش صداؤں نے لبیک کہا۔

شریف رضی نے حضرت علیؓ کے تمام خطبوں کو ''نہج البلاغۃ'' کے نام سے چار جلدوں میں جمع کر دیا ہے اور ان پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے صحیح لکھا ہے کہ ان خطبوں نے ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کو فصیح و بلیغ مقرر بنا دیا۔ لیکن نہج البلاغۃ کے تمام خطبوں کا صحیح ہونا ایک مشتبہ امر ہے، کیونکہ ان میں ایسے اصلاحات وخیالات بھی ہیں جو تیسری صدی میں یونانی فلسفہ کے ترجمہ کے بعد سے عربی میں رائج ہوئے ہیں اور ان میں حضرت علیؓ کی زبان سے ایسی باتیں بھی ہیں جن کو کوئی صاحب ایمان ان کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔

شاعری

جناب مرتضیٰؓ کی طرف بہت سے اشعار بھی منسوب ہیں جن میں سے دو، چار احادیث صحیحہ میں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً آپ کو وہ رجزیہ شعر جو معرکۂ خیبر میں آپ نے پڑھا تھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرة — کلیث غابات کریه المنظرة

لیکن بہت سے جعلی اشعار بنا کر آپ کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں، بلکہ ایک پورا دیوان دیوانِ علیؓ کے نام سے موجود ہے جس کو افسوس ہے کہ طلباء اور علماء نہایت شوق سے پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی زبان اس لائق بھی نہیں کہ کسی عربی شاعر کی طرف منسوب کی جائے چہ جائیکہ افصح الفصحاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی طرف۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت فاطمہؓ زہرا کے مرثیہ میں آپ کی زبان مبارک سے دو شعر نقل کئے ہیں۔

علمِ نحو کی ایجاد

علمِ نحو کی بنیاد خاص حضرت علیؓ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا۔ اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہو سکے۔ چنانچہ ابوالاسود دؤلی کو چند کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا(۱)۔ اس طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

(۱) فہرست ابن ندیم

besturdubooks.wordpress.com

اخلاق وعادات اور ذاتی حالات

حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے ایامِ طفولیت ہی سے سرورِ کائنات ﷺ کے دامنِ عاطفت میں تربیت پائی تھی اس لئے وہ قدرتاً محاسنِ اخلاق اور حسن تربیت کے نمونہ تھے۔ آپ کی زبان کبھی کلمۂ شرک وکفر سے آلودہ نہ ہوئی اور نہ آپ کی پیشانی غیر خدا کے آگے جھکی۔ جاہلیت کے ہر قسم کے گناہ سے مبرا اور پاک رہے۔ شراب کے ذائقہ سے جو عرب کی گھٹی میں تھی، اسلام سے پہلے بھی آپ کی زبان آشنا نہ ہوئی اور اسلام کے بعد تو اس کا کوئی خیال ہی نہیں کیا جا سکتا (۱)۔

امانت ودیانت

آپ ایک امین کے تربیت یافتہ تھے، اس لئے ابتداء ہی سے امین تھے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس قریش کی امانتیں جمع رہتی تھیں۔ جب آپ نے ہجرت فرمائی تو ان امانتوں کی واپسی کی خدمت حضرت علیؓ کے سپرد فرمائی (۲)۔

---

❶ ترمذی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے دوستوں کے ایک جلسہ میں حضرت علیؓ نے شراب پی اور اسی حالت میں نماز پڑھائی تو سورۃ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کچھ سے کچھ پڑھ دی اس پر شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی، گو شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے شراب پینا مذہباً گناہ نہیں تھا، تاہم ظاہر ہے کہ کمال تقویٰ کے خلاف ضرور تھا اور دوسری روایتوں سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا دامنِ مبارک کبھی اِس سے آلودہ ہوا۔ اسی لئے اس روایت کے قبول کرنے میں ہمیں تردد ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس کا اخیر راوی گو پہلے علوی تھا مگر آخر میں حضرت علیؓ کا مخالف (عثمانی) ہوگیا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ کی شان میں اس کی شہادت معتبر نہیں ہوسکتی۔ اب حاکم کی مستدرک چھپ چکی ہے، اس کی روایت سے اصلی واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ واقعہ ایک اور شخص کا بیان کیا تھا۔ عثمانی راوی نے خود حضرت علی مرتضیٰؓ کا نام رکھ دیا۔ حاکم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بحمد اللہ اس روایت سے حضرت علیؓ کے مخالفین جو آپ پر اعتراض کرتے تھے وہ اُٹھ گیا۔

❷ اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹

besturdubooks.wordpress.com

اپنے عہدِ خلافت میں آپ نے مسلمانوں کی امانت بیت المال کی جیسی امانت داری فرمائی اس کا اندازہ حضرت ام کلثومؓ کے اس بیان سے ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ نارنگیاں آئیں۔ امام حسنؓ، امام حسینؓ نے ایک نارنگی اُٹھالی۔ جناب امیرؓ نے دیکھا تو چھین کر لوگوں میں تقسیم کردی (۱)۔

مالِ غنیمت تقسیم فرماتے تھے تو برابر حصے لگا کر غایت احتیاط میں قرعہ ڈالتے تھے کہ اگر کچھ کمی بیشی رہ گئی ہو تو آپ اس سے بری ہوجائیں۔ ایک دفعہ اصفہان سے مال آیا، اس میں ایک روٹی بھی تھی۔ حضرت علیؓ نے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کئے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمایا۔ ایک دفعہ بیت المال کا تمام اندوختہ تقسیم کرکے اس میں جھاڑو دی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی کہ وہ قیامت میں ان کی امانت و دیانت کی شاہد رہے (۲)۔

زُہد

آپ کی ذات گرامی زہد فی الدنیا کا نمونہ تھی، بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کی ذات پر زہد کا خاتمہ ہوگیا۔ آپ کے کاشانۂ فقر میں دنیاوی شان وشکوہ کا درگزر نہ تھا، کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ عمر بن الخطابؓ نے ہمیشہ ہی ان عالی شان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، مجھے بھی اس کی حاجت نہیں، میدان ہی میرے لئے بس ہے۔

بچپن سے پچیس چھبیس برس کی عمر تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے اور شہنشاہ اقلیم زہد و قناعت کے یہاں دنیاوی عیش کا کیا ذکر تھا۔ حضرت فاطمہؓ کے ساتھ شادی ہوئی تو علیحدہ مکان میں رہنے لگے۔ اس نئی زندگی کے ساز وسامان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سیدۂ جنت جو ساز وسامان اپنے میکہ سے لائی تھیں اس میں ایک چیز کا بھی اضافہ نہ ہوسکا۔ چکی پیستے پیستے حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے، گھر میں اوڑھنے کی صرف ایک چادر تھی، وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہوجاتا اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتا۔ معاش کی یہ حالت تھی کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا۔ بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے۔ ایک دفعہ شدت گرسنگی میں کاشانۂ اقدس سے باہر نکلے کہ مزدوری کرکے کچھ کمالائیں۔ عوالی (۳) مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کررہی ہے۔ خیال ہوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے۔ اسکے پاس پہنچ کر اُجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے۔ یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ غرض اس محنت ومشقت کے بعد ایک مٹھی کھجوریں اجرت میں ملیں، لیکن تنہا خوری کی عادت نہ تھی۔ بجنسہٖ لئے ہوئے بارگاہِ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے

---

(۱) ازالۃ الخفاء بحوالہ ابن ابی شیبہ (۲) ایضاً ابوعمر ص ۲۶۶

(۳) مدینہ کے قرب وجوار کی آبادی کا نام عوالی تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

تمام کیفیت سن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا(۱)۔

ایامِ خلافت میں بھی زُہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور آپ کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا اُن کے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ ایک دفعہ عبداللہ بن زریر نامی ایک صاحب شریک طعام تھے، دسترخوان پر کھانا نہایت معمولی اور سادہ تھا، انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کو پرند کے گوشت سے شوق نہیں ہے؟ فرمایا: ابنِ زریر! خلیفۂ وقت کو مسلمانوں کے مال میں سے صرف دو پیالوں کا حق ہے، ایک خود کھائے اور اہل کو کھلائے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کرے(۲)۔

درِ دولت پر کوئی حاجب نہ تھا نہ دربان، نہ امیر نہ کروفر، شاہانہ تزک واحتشام اور عین اس وقت جب قیصر وکسریٰ کی شہنشاہی مسلمانوں کے لئے زر وجواہر اُگل رہی تھی، اسلام کا خلیفہ ایک معمولی غریب کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور اس پر فیاضی کا یہ حال تھا کہ داد و دہش کی بدولت کبھی فقر وفاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی۔ ایک دفعہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''میری تلوار کا کون خریدار ہے؟ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ایک تہہ بند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا''۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، ''امیر المؤمنین! میں تہہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں''۔

گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی، شہنشاہِ دو عالم ﷺ کی بیٹی گھر کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھی۔ ایک مرتبہ شفیق باپ کے پاس اپنی مصیبت بیان کرنے گئیں۔ حضرت سرورِ کائنات ﷺ موجود نہ تھے اس لئے واپس آکر سورہی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہؓ کی اطلاع پر آنحضرت ﷺ خود تشریف لائے اور فرمایا، ''کیا تم کو ایسی بات نہ بتادوں جو ایک خادم سے کہیں زیادہ تمہارے لئے مفید ہو''۔ اس کے بعد آپ نے تسبیح کی تعلیم دی(۳)۔

عبادات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خدا کے نہایت عبادت گزار بندے تھے، عبادات ان کا مشغلۂ حیات تھا جس کا شاہد خود قرآن ہے۔ کلام پاک کی اس آیت:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔	محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم رحمدل ہیں، تم ان کو دیکھتے ہو کہ بہت رکوع اور بہت سجدہ کر کے خدا کا فضل اور اس کی رضا مندی کی جستجو کرتے ہیں۔

❶ مسند ابن حنبل ص ۱۳۰ ❷ مسند احمد ج ا ص ۷۸

❸ بخاری کتاب الدعوات باب التسبیح والتکبیر عند المنام

besturdubooks.wordpress.com

کی تفسیر میں مفسرین نے نکتہ لکھا ہے کہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ سے ابوبکرؓ صدیق، اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ سے عمر بن الخطابؓ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ سے عثمان بن عفانؓ، رُكَّعًا سُجَّدًا سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سے بقیہ صحابہؓ مراد ہیں (۱)۔ اس سے عبادات میں تمام صحابہؓ پر حضرت علی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ رکوع وسجود تمام صحابہؓ کا مشترک وصف تھا۔ پھر اس اشتراک میں تخصیص سے معلوم ہوا کہ اس اشتراک کے باوجود ان کو اس باب میں کچھ مزید امتیاز بھی حاصل تھا۔

قرآن مجید کے اس اشارہ کے علاوہ خود صحابہؓ کی زبان سے ان کے اس امتیازی وصف کی شہادت مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

کان ما علمت صواما قواما جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے (۲)۔

زبیر بن سعید قریشی کہتے ہیں:

لم ار هاشميا قط كان اعبد الله منه میں نے کسی ہاشم کو نہیں دیکھا جو اُن سے زیادہ خدا کا عبادت گزار ہو (۳)۔

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبادات میں جس چیز کا التزام کر لیتے تھے اس پر ہمیشہ قائم رہتے تھے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اُن سے اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار تحمید اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو اور جب سوؤ تو ۳۳ بار تسبیح، ۳۳ بار تحمید، اور ۳۴ بار تکبیر پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ نے مجھ کو اس کی تلقین کی میں نے اس کو چھوڑا نہیں۔ ابن کواء نے کہا کہ "صفین کی شب میں بھی نہیں؟" فرمایا، "صفین کی شب میں بھی نہیں" (۴)۔

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت علیؓ گو دنیاوی دولت سے تہی دامت تھے، لیکن دل غنی تھا، کبھی کوئی سائل آپ کے در سے ناکام واپس نہیں ہوا، حتیٰ کہ قوت لایموت تک دے دیتے۔ ایک دفعہ رات بھر باغ سینچ کر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کئے، صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ اب پک کر تیار ہوا ہی تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی۔ حضرت علیؓ نے سب اٹھا کر اس کو دے دیا اور پھر بقیہ میں دوسرے ثلث کے پکنے کا انتظار کیا، لیکن تیار ہوا کہ

---

❶ تفسیر فتح البیان ج ۹ ❷ ترمذی کتاب المناقب فضل فاطمہ

❸ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۸ ❹ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۱۰۷ او ابوداؤد کتاب الادب

besturdubooks.wordpress.com

ایک مسکین یتیم نے دستِ سوال بڑھایا، اسے بھی اُٹھا کر اس کی نذر کیا۔ غرض اسی طرح تیسرا حصہ بھی جو بچ رہا تھا پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کی نذر ہوگیا اور یہ مردِ خدا رات بھر کی مشقت کے باوجود دن کو فاقہ مست رہا۔ خدائے پاک کو یہ ایثار کچھ ایسا بھایا کہ بطور ستائش اس کے صلہ میں وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الآیۃ) کی آیت نازل ہوئی (۱)۔

تواضع

سادگی اور تواضع حضرت علیؓ کی دستارِ فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ ہے، اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھا۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کبھی جوتا ٹانکتے، کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے ہوئے پائے جاتے، مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ فرشِ خاک پر بے تکلف سو جاتے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ انہیں ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ بے تکلفی کے ساتھ زمین پر سو رہے ہیں، چادر پیٹھ کے نیچے سے سرک گئی اور جسم انور گرد و غبار کے اندر کندن کی طرح دمک رہا ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ کو یہ سادگی نہایت پسند آئی۔ خود دستِ مبارک سے ان کا بدن صاف کر کے محبت آمیز لہجے میں فرمایا: اجلس یا ابا تراب (۲) مٹی والے اب اٹھ بیٹھ، زبانِ نبوی کی عطا کی ہوئی یہ کنیت حضرت علیؓ کی اس قدر محبوب تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی۔

ایامِ خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی، چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کرتہ پہنتے اور معمولی کپڑے کہ تہہ بند باندھتے۔ بازار میں گشت کرتے پھرتے، اگر کوئی تعظیماً پیچھے ہو لیتا تو منع فرماتے کہ اس میں ولی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے (۳)۔

شجاعت

شجاعت و بسالت حضرت علیؓ کا مخصوص وصف تھا جس میں کوئی معاصر آپ کا حریف نہ تھا۔ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائی۔ اسلام میں سب سے پہلا غزوۂ بدر پیش آیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کا عنفوانِ شباب تھا، لیکن اس عمر میں آپ نے جنگ آزما بہادروں کے دوش بدوش ایسی دادِ شجاعت دی کہ آپ اس کے ہیرو قرار پائے۔

آغازِ جنگ میں آپ کا مقابلہ ولید سے ہوا۔ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ بن حارثؓ آئے اور اس نے ان کو زخمی کیا تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے حملہ کر کے اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ غزوۂ احد میں کفار کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا اس نے مبارزت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰؓ ہی اس کے مقابلہ میں آئے اور سر پر ایسی تلوار ماری

---

(۱) بخاری کتاب المناقب، مناقب علیؓ (۲) ایضاً (۳) تاریخ طبری ص ۳۳۴۸

besturdubooks.wordpress.com

کہ سر کے دو ٹکڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو فرطِ مسرت میں تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے لگائے۔

غزوۂ خندق میں بھی پیش پیش رہے۔ چنانچہ عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدود نے مبازرت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے رسول اللہ سے میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اپنی تلوار عنایت فرمائی۔ خود اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور دعا کی خداوندا! تو اس کے مقابلہ میں ان کا مددگار رہو۔ اس اہتمام سے آپ ابن عبدود کے مقابلہ میں تشریف لے گئے اور اس کو زیر کر کے تکبیر کا نعرہ مارا جس سے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے حریف پر کامیابی حاصل کر لی۔

غزوۂ خیبر کا معرکہ حضرت علیؓ ہی کی شجاعت سے سر ہوا۔ جب خیبر کا قلعہ کئی دن تک فتح نہ ہو سکا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا کہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور خدا اور خدا کے رسول ﷺ اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا عنایت فرمایا اور خیبر کا رئیس مرحب تلوار ہلاتا ہوا اور رجز پڑھتا ہوا مقابلے میں آیا۔ اس کے جواب میں حضرت علی مرتضیٰؓ رجز خواں آگے بڑھے اور مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر پھٹ گیا اور خیبر فتح ہو گیا۔ خیبر کی فتح کو آپ کے جنگی کارناموں میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

غزوات میں غزوۂ ہوازن خاص اہمیت رکھتا ہے اس میں تمام قبائل عرب کی متحدہ طاقت مسلمانوں کے خلاف امنڈ آئی تھی۔ لیکن اس غزوہ میں بھی حضرت علیؓ ہر موقع پر ممتاز رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جن اکابر صحابہ کو جھنڈے عنایت فرمائے، ان میں حضرت علی مرتضیٰؓ بھی شامل تھے۔ آغازِ جنگ میں جب کفار نے دفعۃً تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا تو مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور صرف چند ممتاز صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ان میں ایک حضرت علی مرتضیٰؓ بھی تھے، عہد نبوت کے بعد خود ان کے زمانہ میں جو معرکے پیش آئے ان میں کبھی ان کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی۔

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک

حدیث میں آیا ہے کہ ''بہادر وہ نہیں ہے جو دشمن کو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے''۔ حضرت علی مرتضیٰؓ اس میدان کے مرد تھے، ان کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین کی معرکہ آرائی میں گزرا۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے ہمیشہ دشمنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ ایک دفعہ ایک لڑائی میں جب ان کا حریف گر کر برہنہ ہو گیا تو اُس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے کہ اس کو شرمندگی

besturdubooks.wordpress.com

نہ اٹھانی پڑے۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ ان کی حریف تھیں، لیکن جب ایک ضبی نے ان کے اونٹ کو زخمی کر کے گرایا تو خود حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر ان کی خیریت دریافت کی اور ان کو ان کے طرفدار بصرہ کے رئیس کے گھر میں اتارا۔ حضرت عائشہؓ کی فوج کے تمام زخمیوں نے بھی اسی گھر کے ایک گوشے میں پناہ لی تھی۔ حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے لیکن ان پناہ گزین دشمنوں سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

جنگِ جمل میں جو لوگ شریکِ جنگ تھے، ان کی نسبت بھی عام منادی کرادی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمیوں کے اوپر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ مالِ غنیمت نہ لوٹا جائے، جو ہتھیار ڈال دے اس کو امان ہے۔

حضرت زبیرؓ نے ایک حریف کی حیثیت سے ان کا مقابلہ کیا تھا اور جنگِ جمل کے سپہ سالاروں میں تھے، مگر جب اُن کا قاتل ابن جرموز اُن کا مقتول سر اور تلوار لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا تو وہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا ''فرزندِ صفیہؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو''۔ پھر حضرت زبیرؓ کی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا: یہ وہی تلوار ہے جس نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ سے مشکلات کا بادل ہٹایا ہے۔

مستدرک میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ان کا سر آیا تو فرمایا کہ ''فرزندِ صفیہؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر ہے'' (۱)۔

جنگِ جمل کے میدان میں جب آپ فریقِ مخالف کی لاشوں کا معائنہ کر رہے تھے، تو ایک ایک لاش کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے۔ جب حضرت طلحہؓ کے صاحبزادے محمد کی لاش پر نظر پڑی تو آہ سرد بھر کر فرمایا ''اے قریش کا شکرہ!''۔

ان کا سب سے بڑا دشمن ان کا قاتل ابن ملجم ہوسکتا تھا، لیکن انہوں نے اس کے متعلق جو آخری وصیت کی تھی وہ یہ تھی کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا، مثلہ نہ کرنا۔ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں اور ناک نہ کاٹنا۔ ابن سعد میں ہے کہ جب وہ آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا کہ اس کو اچھا کھانا کھلاؤ اور اس کو نرم بستر پر سلاؤ اگر میں زندہ بچ گیا تو اس کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا مجھے اختیار حاصل ہوگا اور اگر میں مرگیا تو اس کو مجھ سے ملا دینا، میں خدا کے سامنے اس سے جھگڑ لوں گا (۲)۔ دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی اس سے اعلیٰ مثال کیا ہوسکتی ہے؟

---

(۱) مستدرک ج ۳ ص ۳۶۷ (۲) طبقات تذکرۂ علی بن ابی طالبؓ

besturdubooks.wordpress.com

اصابت رائے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ صائب الرائے بھی تھے اور آپ کی اصابت رائے پر عہدِ نبوی ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ تمام مہمات امور میں شریکِ مشورہ کئے جاتے تھے۔ واقعۂ افک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کے رازداروں میں جن لوگوں سے مشورہ کیا اُن میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔ غزوۂ طائف میں آپ ﷺ نے ان سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی کہ لوگوں کو اس پر شک ہونے لگا۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں وہ ابوبکرؓ وعمرؓ دونوں کے مشیر تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مہاجرین وانصار کی جو مجلسِ شوریٰ قائم کی تھی، اس کے رکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس مجلس کے ساتھ مہاجرین کی جو مخصوص مجلس شوریٰ قائم کی تھی اس کے اراکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ لازمی طور پر اس کے ایک رکن رہے ہوں گے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کو ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو حضرت علیؓ سے مشورہ کرتے تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا:

لولا علی لھلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا

اس اعتماد کی بنا پر بعض امور میں حضرت عمرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی ہے۔ معرکۂ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمرؓ کو بے حد مشوش کردیا، تو انہوں نے مسجدِ نبوی میں تمام صحابہ کو جمع کرکے رائے طلب کی۔ حضرت طلحہؓ نے کہا امیر المؤمنین آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں، البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے مشورہ دیا کہ شام ویمن وغیرہ سے فوجیں جمع کرکے آپ خود سپہ سالار ہوکر میدانِ جنگ تشریف لے جائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی طرف دیکھا تو بولے کہ شام سے اگر فوجیں ہٹیں تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہوجائے گا اور آپ نے مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہوجائے گی، اسلئے میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں اور شام ویمن وغیرہ میں فرمان بھیج دیئے جائیں کہ جہاں جہاں جس قدر فوجیں ہوں ایک ایک ثلث ادھر روانہ کردی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔

حضرت عثمانؓ نے بھی ان سے اہم معاملات میں مشورے لئے اور اگر ان کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو اُن کا عہد نہ صرف فتنہ وفساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن قائم ہوجاتا کہ آئندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔

آپ کی اصابت رائے کا سب سے بڑا ثبوت آپ کے فیصلوں سے ملتا ہے۔ احادیث کی

besturdubooks.wordpress.com

کتابوں میں بہت سے ایسے پیچیدہ مقامات مذکور ہیں جن کا فیصلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا اور جب وہ فیصلے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا:

ما اجد فیھا الا ما قال علی — میرے نزدیک بھی اس کا فیصلہ وہی ہے جو علی نے کیا۔

ان کے ایک اور فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمة اھل البیت (۱) — اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت کو حکمت سکھائی۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محاسن اخلاق پر ایک نہایت جامع بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہاں مناسب ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

بڑے بڑے لوگوں کی سرشت میں جو عظیم الشان اخلاق داخل ہوتے ہیں مثلاً شجاعت، قوت، حمیت اور وفا وہ سب ان میں موجود تھے اور فیض ربانی نے ان سب کو اپنی مرضی میں صرف کیا اور ان کے ایک ایک خلق کے ساتھ اس فیضِ ربانی کی آمیزش سے ایک ایک مقام پیدا ہوا۔

ریاض النضرہ میں ہے کہ:

جب وہ راہ چلتے تھے تو ادھر اُدھر جھکے ہوئے چلتے تھے، اور جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے تو وہ سانس تک نہیں لے سکتا تھا۔ وہ تقریباً فربہ اندام تھے، ان کی کلائیاں اور ان کے ہاتھ مضبوط تھے اور دل کے مضبوط تھے، جس شخص سے کشتی لڑتے اس کو پچھاڑ دیتے تھے، بہادر تھے اور جس سے جنگ میں مقابلہ کرتے اس پر غالب آتے تھے۔

ان کے تمام محاسن اخلاق میں ایک وفا تھی اور جب فیضِ ربانی نے اس کو موہبت کیا تو مقام محبت اُن کے لئے ایک مسلمہ چیز بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ متواتر طور پر ثابت ہے، فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ بالآخر آپ ﷺ نے جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک خلق، دشمنوں کی مدافعت و مبارزت تھی جس فیضِ ربانی نے ان کے سوابقِ اسلامیہ میں صرف کیا اور آخرت میں اس سے عجیب نتیجہ پیدا ہوا اور یہ آیت:

هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا — ان دونوں فریق نے باہم مخاصمت کی۔

ان کی اور ان کے رفقاء کی شان میں نازل ہوئی۔ امام بخاری نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے

(۱) ازالۃ الخفاء ص ۲۶۹ عن حمید بن عبداللہ بن یزید المدنی

besturdubooks.wordpress.com

روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن خدا کے سامنے خصوصیت کے لئے دوزانو بیٹھے گا۔قیس کہتے ہیں کہ یہ آیت:

هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ — ان دونوں فریق نے اپنے رب کے بارے میں باہم مخاصمت کی۔

ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدر کے دن باہم مبارزت کی ،یعنی حمزہؓ،علیؓ،عبیدہ بن الحارثؓ،شیبہ بن ربیعہ،عتبہ اور ولید بن عتبہ۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک خلق ان کی غیر معمولی دلیری تھی ، وہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے،لوگوں کی خاطر مدارت میں اپنی خواہش سے بھی باز نہیں آتے تھے،فیض ربانی نے اُن کے ان اخلاق سے نہی عن المنکر اور بیت المال کی حفاظت کا کام لیا۔حاکم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے: لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا" لوگو! علی کی شکایت نہ کرو، خدا کی قسم! خدا کی ذات اور اس کی راہ کے معاملہ میں وہ کسی قدر سخت ہے"۔حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" خدا کی ذات کے معاملہ میں علی سخت ہیں"۔

ان کے محاسنِ اخلاق میں ایک خلق اپنی قوم اور اپنے چچا زاد بھائی (آنحضرت ﷺ) کی حمیت تھی، وہ ان کے کام کی تکمیل میں نہایت اہتمام کرتے تھے اور ان کی مدد میں نہایت ہمت سے کام لیتے تھے۔ یہ وہ وصف ہے جو اکثر شریفوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جب فیضِ ربانی نے اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ ان کے دل میں پیدا کیا تو اس خلق سے کام لیا اور اس عقلی معنی کی شرح وتفسیر جس سے ایک ایسا عجیب مقام پیدا ہوا جس کی تعبیر اخوتِ رسول، موالاتِ رسول، وصی اور وارث وغیرہ متعدد الفاظ سے کی جاتی ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچیرے بھائیوں میں سے ہر ایک سے فرمایا کہ دنیا وآخرت میں تم سے کون میرا ولی ہوگا؟ لیکن ان سب نے اس بار کے تحمل سے انکار کیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم دنیا وآخرت میں میرے ولی ہوئے۔حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں فرماتے تھے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے(۱):

اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰىٓ اَعْقَابِكُمْ — اگر وہ مر گئے یا مارے گئے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

❶ مستدرک کی روایت اور ازالۃ الخفا کی روایت میں تھوڑا سا فرق ہے۔اس ترجمہ میں اصل مستدرک کی روایت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔مستدرک ج ۳ ص ۱۳۱

besturdubooks.wordpress.com

خدا کی قسم! جب ہم کو خدا نے ہدایت دے دی تو اس کے بعد ہم پیٹھ نہ پھیریں گے۔ خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوایا آپ ﷺ شہید ہو گئے تو جس چیز کے لئے آپ ﷺ جنگ کرتے تھے، ہم بھی اس کے لئے لڑیں گے، یہاں تک کہ مر جائیں۔ خدا کی قسم! میں آپ ﷺ کا بھائی ہوں، آپ ﷺ کا ولی ہوں، آپ ﷺ کے چچا کا لڑکا ہوں، اور آپ ﷺ کے علم کا وارث ہوں۔ ایسی صورت میں مجھ سے زیادہ آپ کا حق دار کون ہے۔ اسی سے ان دونوں فریق کی جو افراط وتفریط کرتے ہیں غلطی بھی ظاہر ہو گئی۔ ایک کہتا ہے کہ قوم کی حمایت کے لئے غلبہ کا خواستگار ہونا خلوص نہیں، دوسرا کہتا ہے کہ استحقاق خلافت کے لئے اخوتِ نسبتی شرط ہے۔

ان کے محاسنِ اخلاق میں ایک زہد اور شہواتِ نفسانی سے اجتناب ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ضرار اسدی سے کہا کہ مجھ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف بیان کرو، انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! اس سے مجھے معاف فرمائیے۔ معاویہؓ نے اصرار کیا۔ ضرار بولے۔ اگر اصرار ہے تو سنئے۔ ''وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے، ان کے ہر جانب سے علم کا سرچشمہ پھوٹتا تھا، ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا کی دلفریبی اور شادابی سے وحشت کرتے اور رات کی وحشت ناکی سے انس رکھتے تھے۔ بڑے رونے والے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے۔ چھوٹا لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند تھا۔ ہم میں بالکل ہماری طرح رہتے تھے، جب ہم ان سے سوال کرتے تھے تو وہ ہمارا جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کی درخواست کرتے تھے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ باوجودیکہ اپنی خوش خلقی سے ہم کو اپنے قریب کر لیتے تھے اور وہ خود ہم سے قریب ہو جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود خدا کی قسم ان کی ہیبت سے ہم اُن سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اہل دین کی عزت کرتے تھے، غریبوں کو مقرب بناتے تھے، قوی کو اس کے باطل میں حرص وطمع کا موقع نہیں دیتے تھے۔ ان کے انصاف سے ضعیف ناامید نہیں ہوتا تھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر چکی ہے، ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مارگزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غمزدہ آدمی کی طرف رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دنیا مجھ کو فریب نہ دے، تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے، یا میری مشتاق ہوتی ہے۔ افسوس افسوس! میں نے تجھ کو تین طلاقیں دے دی ہیں جس سے رجعت نہیں ہو سکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ آہ! زادِ راہ کم اور سفر دور دراز کا ہے، راستہ وحشت خیز ہے''۔

یہ سن کر امیر معاویہؓ رو پڑے اور فرمایا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے، خدا کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک چیز شبہات سے اجتناب ہے، ان کی صاحبزادی حضرت

besturdubooks.wordpress.com

ام کلثوم سے روایت ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لیموں آجاتے تھے اور حسنؓ وحسینؓ ان میں سے کوئی لیموں لے کر کھانے لگتے تو وہ اس کو ان کے ہاتھ سے چھین لیتے اور اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ ابوعمرو سے روایت ہے کہ وہ فے کی تقسیم میں حضرت ابوبکرؓ کا طریقہ اختیار کرتے تھے، یعنی جب اُن کے پاس آتا تھا تو سب تقسیم کردیتے تھے اور بیت المال میں صرف اس قدر باقی رہ جاتا تھا جس کی تقسیم اس روز نہ کرسکتے تھے اور فرماتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے، اور خود اس سے اپنے لئے کوئی چیز انتخاب نہ کرتے تھے اور نہ تقسیم میں اپنے کسی رشتہ دار یا عزیز کی تخصیص کرتے تھے۔ حکومت اور امانت صرف متدین لوگوں کے سپرد کرتے تھے، اور جب یہ معلوم ہوتا کہ کسی نے اس میں خیانت کی ہے تو اس کو لکھتے:

قدجاءتكم موعظة من ربكم فاوفوا الكيل والميزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشياء هم ولا تعثو في الارض مفسدين بقية الله خير لكم ان كنتم مومنين وما انا عليكم بحفيظ	تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت آچکی ہے تو ناپ جو کچھ کر انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، خدا کا ثواب تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم ایماندار ہو اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔

جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو تمہارے ہاتھ میں جو کام ہے اس وقت تک تم اس کی پوری حفاظت کرو جب تک کہ ہم تمہارے پاس دوسرے شخص کو نہ بھیجیں جو تمہارے ہاتھوں سے لے لئے، پھر اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور کہتے کہ خداوند تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو تیری مخلوق پر ظلم کرنے اور تیرے حق کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا ہے۔

مجمع التیمی سے روایت ہے کہ بیت المال میں جو کچھ تھا اس کو حضرت علیؓ نے مسلمانوں میں تقسیم کردیا، پھر حکم دیا کہ اس میں جھاڑو دے دی جائے اور اس میں نماز پڑھی تا کہ قیامت کے دن ان کی گواہ رہے۔

حضرت کلیبؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اصفہان سے مال آیا تو انہوں نے اس کے سات حصے کئے۔ اس میں ایک روٹی بھی تھی اس کے بھی سات ٹکڑے کئے اور ہر حصے پر ایک ایک ٹکڑا تقسیم کیا۔ پھر قرعہ ڈالا کہ ان میں کس کو کون سا حصہ دیا جائے۔

ان کے محاسنِ اخلاق میں ایک چیز یہ ہے کہ وہ معاش کی تنگی پر صبر کرتے تھے اور اس کو اپنے لئے گوارہ کرلیتے تھے۔ خود ان سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ ہمارے گھر میں آئیں تو ہمارے

besturdubooks.wordpress.com

بچھانے کے لئے صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی۔ ضمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کا کام اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے متعلق کیا تھا اور بیرونی انتظامات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نے ان سے حضرت فاطمہؓ کا نکاح کیا تو جہیز میں ایک چادر، چمڑے کا ایک گدا، جس میں کھجور کی پتیاں بھری ہوئی تھیں۔ ایک چکی، ایک مشک اور دو گھڑے دیئے۔ ایک دن حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس لونڈی غلام آئے ہیں، آپ سے ایک خادم کی درخواست کرو۔ انہوں نے کہا کہ آٹا پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا، بیٹی کسی غرض سے آئی ہو؟ بولیں سلام کرنے، لیکن سوال کرنے سے ان کو شرم آئی اور واپس چلی گئیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ بولیں سوال کرنے میں مجھے شرم آئی۔ دوبارہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا اور حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ آٹا پیستے پیستے میرے ہاتھو میں چھالے پڑ گئے۔ خدا نے آپ کے پاس لونڈی غلام اور مال بھیجا ہے۔ ہم کو بھی ایک خادم عنایت ہو۔ آپ نے فرمایا: نہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تم کو دوں اور اہل صفہ کو فاقہ مستی کی حالت میں چھوڑ دوں۔ میں ان لونڈی غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت اُن پر صرف کروں گا۔ یہ جواب پا کر دونوں لوٹ آئے۔ ان کی واپسی کے بعد خود رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہؓ چادر اوڑھ کر سو چکی تھیں۔ یہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ جب سر ڈھکتے تھے تو پاؤں اور جب پاؤں ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ رسول اللہ کے تشریف لانے پر دونوں اُٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کو میں ایسی چیز نہ بتلا دوں جو اس چیز سے بہتر ہے، جس چیز کو تم مجھ سے مانگ سکتے ہو؟ دونوں نے کہا، ہاں! فرمایا: مجھ کو جبرئیل نے چند کلمے سکھائے اور کہا کہ دونوں ہر نماز کے نماز دس بار تسبیح اور دس بار تحمید اور دس بار تکبیر کہہ لیا کرو اس لئے تم دونوں دونوں سوتے وقت ۳۳ بار تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ کلمے سکھائے، اس وقت سے میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ ابن کواء نے کہا کہ صفین کی رات میں بھی نہیں؟ فرمایا، نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ مدینہ میں ایک مرتبہ مجھے سخت بھوک لگی، کھانے کو کچھ نہ تھا اس لئے عوالی میں مزدوری کی تلاش میں نکلا، ایک عورت ملی، جس نے ڈھیلے اکٹھے کئے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ غالبًا ان کو وہ بھگونا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں نے ہر ڈول پر ایک کھجور اجرت

besturdubooks.wordpress.com

طے کی اور ۱۶ ڈول پانی بھرے جس سے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، اس نے مجھے سولہ کھجوریں گن کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے ان کھجوروں کو میرے ساتھ کھایا(۱)۔

خانگی زندگی

حضرت علیؓ کی مستقل خانہ داری کی زندگی اس وقت سے شروع ہوئی جبکہ سیدۂ جنت حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ایک علیحدہ مکان میں رہنے لگے، اس سے پہلے آپ آنحضرت کے ساتھ رہتے تھے۔ اس لئے کسبِ معاش کے لئے آپ کو کسی جدوجہد کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ ہجرت کے بعد جب حضرت فاطمہؓ سے شادی قرار پائی تو ولیمہ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ قرب وجوار کے جنگل سے اونٹ پر گھاس لا کر بیچنے کا ارادہ کیا۔ حضرت حمزہؓ نے ایک روز ان کی اجازت کے بغیر اس اُونٹ کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا۔ حضرت علیؓ نے دیکھا تو نہایت صدمہ ہوا۔ کیونکہ آپ کے پاس صرف دو اونٹ (۲) تھے۔ آخر زرہ بیچ کر سامان کیا۔ اس زرہ کی قیمت بھی روپیہ سوا روپیہ سے زیادہ نہ تھی۔

شادی کے بعد جب علیحدہ مکان میں رہنے لگے تو حصولِ معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ چونکہ شروع سے اس وقت تک آپ کی زندگی سپاہیانہ کاموں میں بسر ہوئی تھی اس لئے کسی قسم کا سرمایہ پاس نہ تھا۔ محنت مزدوری اور جہاد کے مالِ غنیمت پر گزراوقات تھی۔ خیبر فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو ایک قطعۂ زمین جاگیر کے طور پر عنایت فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں باغِ فدک کا انتظام بھی ان کے حوالہ کر دیا اور دوسرے صحابہؓ کی طرح ان کے لئے بھی پانچ ہزار درہم سالانہ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ خلیفۂ ثالث کے بعد جب مسند نشینِ خلافت ہوئے تو بیت المال سے بقدر کفالت روزینہ مقرر ہو گیا جس پر آخری لمحہ حیات تک قانع رہے۔

مسند کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ کے ساتھ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج میرا یہ حال ہے کہ چالیس ہزار سالانہ میری زکوۃ کی رقم ہوتی ہے(۳)۔ اس واقعہ میں اور آپ کی عسرت اور فقر وفاقہ کی روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کی اس آمدنی کا بڑا حصہ خدا کی راہ میں صرف ہوتا تھا اور تمول کے دور میں بھی ذاتی اور خانگی فقر وفاقہ کا وہی عالم رہتا تھا۔

کبھی کبھی خانہ داری کے معاملات میں حضرت فاطمہؓ سے رنجش بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن

---

❶ ازالۃ الخفاء کا خلاصہ ختم ہوا۔ ❷ ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس
❸ مسند ابن حنبل ج ا ص ۱۵۹

besturdubooks.wordpress.com

آنحضرت ﷺ ہمیشہ درمیان میں پڑ کر صفائی کرا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ان پر کچھ سختی کی، وہ آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت لے کر چلیں۔ پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہئے کہ کون شوہر اپنی بی بی کے پاس خاموش چلا آتا ہے؟ حضرت علیؓ نہایت متاثر ہوئے اور انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا اب میں تمہارے خلافِ مزاج کوئی بات نہ کروں گا۔

آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی تو حضرت فاطمہؓ کو اس قدر غم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہیں اور اس عرصہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی ان کا دل پژمردہ شگفتہ نہ ہوا۔ حضرت علیؓ بھی ان کی دلدہی اور تسلی کے خیال سے خانہ نشین رہے۔ اور جب تک وہ زندہ رہیں گھر سے باہر قدم نہ رکھا۔ حضرت فاطمہؓ کے بعد متعدد شادیاں کیں اور ان بیویوں سے بھی لطف و محبت کے ساتھ پیش آئے۔ دوسری بیویوں سے جو اولادیں تھیں ان میں حضرت محمد بن حنفیہؒ سے بھی نہایت محبت تھی۔ چنانچہ وفات کے وقت حضرت امام حسنؓ سے ان کے ساتھ لطف و محبت سے پیش آنے کی خاص طور پر وصیت فرمائی تھی۔

غذا اور لباس

حضرت علیؓ کے غیر معمولی زہد و ورع نے ان کی معاشرت کو نہایت سادہ بنا دیا تھا۔ کھانا عموماً روکھا پھیکا کھاتے تھے۔ عمدہ لباس اور قیمتی لباس سے بھی شوق نہ تھا۔ عمامہ بہت پسند کرتے تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے العمامة يتجان العرب، یعنی عمامے عربوں کے تاج ہیں۔ کبھی کبھی سپید ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ کرتے کی آستین اس قدر چھوٹی ہوتی کہ اکثر ہاتھ آدھے کھلے رہتے تھے۔ تہبند بھی نصف ساق تک ہوتی تھی۔ کبھی صرف ایک تہبند اور ایک چادر ہی پر قناعت کرتے اور اسی حالت میں فرائضِ خلافت ادا کرنے کے لئے کوڑا لے کر بازار میں گشت کرتے نظر آتے تھے۔ غرض آپ کو ظاہری طمطراق کا مطلق شوق نہ تھا۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ لوگوں نے اسکے متعلق عرض کیا تو فرمایا یہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے کہ وہ اسکی پیروی کریں۔ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس پر ''اللہ الملک'' نقش تھا۔

حضرت علیؓ پر سردی و گرمی کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا کیونکہ رسالتمآب ﷺ نے غزوۂ خیبر میں اُن کے لئے دُعا فرمائی تھی اللّٰھم اذھب عنه الحر و البرد یعنی اے اللہ! اس سے گرمی و سردی دور کر۔ اس کا یہ اثر تھا کہ وہ جاڑے کا کپڑا گرمی میں اور گرمی کا کپڑا جاڑا میں زیب تن فرماتے اور اس سے کوئی تکلیف نہ ہوتی (۱)۔

(۱) مسند احمد ج ا ص ۹۹

besturdubooks.wordpress.com

حلیہ

قد میانہ، رنگ گندم گوں، آنکھیں بڑی بڑی، چہرہ پر رونق وخوبصورت، سینہ چوڑا اس پر بال، بازو اور تمام بدن گٹھا ہوا۔ پیٹ بڑا اور نکلا ہوا۔ سر میں بال نہ تھے یا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ سر کے بال کے نیچے نجاست ہوتی ہے اسی لئے میں بالوں کا دشمن ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کے دو گیسو پڑے دیکھے۔ مگر زیادہ مشہور یہی ہے کہ آپ کے سر میں بال نہ تھے۔ ریش مبارک بڑی اور اتنی چوڑی تھی کہ ایک مونڈھے سے دوسرے مونڈھے تک پھیلی تھی۔ آخر میں بال بالکل سپید ہو گئے تھے اور شاید تمام عمر میں ایک مرتبہ بالوں میں مہندی کا خضاب کیا تھا۔

ازواج واولاد

سیدۂ جنت حضرت فاطمہؓ زہرا کے بعد جناب مرتضیٰؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور ان سے نہایت کثرت کے ساتھ اولادیں ہوئیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

1. **حضرت فاطمہؓ:** رسول اللہ کی صاحبزادی تھیں۔ ان سے ذکور میں حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ اور لڑکیوں میں زینبؓ کبریٰ اور ام کلثومؓ کبریٰ پیدا ہوئیں۔ محسنؓ نے بچپن ہی میں وفات پائی۔
2. **ام البنین بنت حزام:** ان سے عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے۔ ان میں سے عباس کے علاوہ سب حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔
3. **لیلیٰ بنت مسعود:** انہوں نے عبیداللہ اور ابوبکر کو یادگار چھوڑا۔ لیکن ایک روایت کے مطابق یہ دونوں بھی حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔
4. **اسماء بنت عمیس:** ان سے یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے۔
5. **صہبا یا ام حبیب بنت ربیعہ:** یہ ام ولد تھیں، ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ عمر نے نہایت طویل عمر پائی تقریباً پچاسی برس کے سن میں ینبوع میں وفات پائی۔
6. **امامہ بنت ابی العاص:** یہ حضرت زینبؓ کی صاحبزادی اور آنحضرت کی نواسی تھیں، ان سے محمد اوسط تولد ہوئے۔
7. **خولہ بنت جعفر:** محمد بن علی، جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں، ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔
8. **ام سعید بن عروہ:** ان سے ام الحسن اور رملۂ کبریٰ پیدا ہوئیں۔
9. **محیاۃ بنت امراء القیس:** ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، مگر بچپن ہی میں قضا کر گئی۔

متذکرہ بالا بیویوں کے علاوہ متعدد لونڈیاں بھی تھیں اور ان سے حسب ذیل لڑکیاں تولد

besturdubooks.wordpress.com

ہوئیں:

ام ہانی	میمونہ	زینب صغریٰ	رملۂ صغریٰ
ام کلثوم صغریٰ	فاطمہ	اُمامہ	خدیجہ ام الکرم
ام سلمہ	ام جعفر	جمانہ	نفیسہ

غرض حضرت علیؓ کے سترہ لڑکیاں اور چودہ لڑکے تھے، ان میں سے پانچ سے سلسلۂ نسب جاری رہا ان کے نام یہ ہیں:

❶ امام حسنؓ ❷ امام حسینؓ ❸ محمد بن حنفیہؒ ❹ عمرؓ

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

besturdubooks.wordpress.com